ماہنامہ
تحریکِ جدید ربوہ

ایڈیٹر
نسیم سیفی

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

امان/شہادت ۱۳۶۸ ہش

مارچ/اپریل ۱۹۸۹ء

3-4
1989

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جانشین

حضرت مولانا نورالدین صاحب

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب

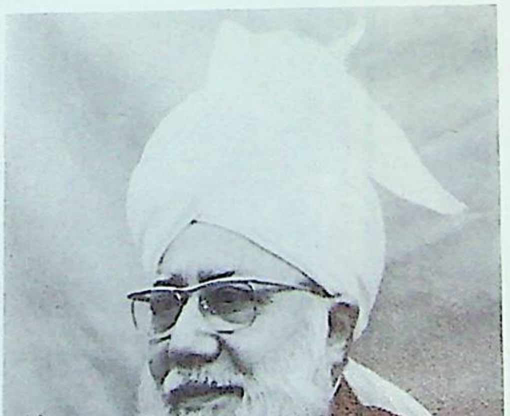
حضرت مرزا ناصر احمد صاحب

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب

ماہنامہ "تحریک جدید" احمدی احباب کی تربیت اور ازدیادِ علم و عرفان کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔

ماہنامہ تحریکِ جدید ربوہ

جلد ۲۴	امان، شہادت ۱۳۶۷ ہش / مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء	شمارہ ۳، ۴

ایڈیٹر ...... نسیم سیفی

سالانہ چندہ

پاکستان :۔ پندرہ روپے ____ فی پرچہ :۔ دس روپے
بیرونی ممالک :۔ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، فجی۔ ہوائی ڈاک: ۱۲ ڈالر۔ بحری ڈاک: ۶ ڈالر
دیگر ممالک :۔ ہوائی ڈاک : ۴ پاؤنڈ۔ بحری ڈاک : ۲ پاؤنڈ

مندرجات

- کلام الامام (منظوم کلام) صفحہ ۲
- اداریہ : احمدیہ صد سالہ جشنِ تشکر صفحہ ۳
- پیغام حضرت امام جماعت احمدیہ صفحہ ۴
- ہماری تاریخ صفحہ ۱۰
- ارشاداتِ عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۲
- رفقاء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۹
- تحریک جدید کا اجراء صفحہ ۲۸
- برّ اعظم افریقہ میں جماعت احمدیہ کی خدمات صفحہ ۳۲
- تراجم قرآن کریم کا عظیم منصوبہ صفحہ ۵۰
- افریقہ میں احمدیہ تعلیمی و طبّی اداروں کا مقصد صفحہ ۵۹
- مربیان کرام کے مختصر حالات زندگی صفحہ ۶۶
- نظم صفحہ ۷۴
- تحریک جدید صفحہ ۷۵

پبلشر: عبداللطیف۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ "تحریک جدید" دفاتر تحریک جدید انجمن احمدیہ ربوہ
تاریخ اشاعت: ہر ماہ کی دس تاریخ۔ ٹیلیفون نمبر: ۶۷۰۔ رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۶۷۷

کلام الامام

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پُر معارف منظوم کلام

اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تُو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دُنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حُکمِ خُدا کے سامنے

مستقل رہنا ہے لازم اَے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم یاس و اَلم فکر و بَلا کے سامنے

بارگاہِ ایزدی سے تُو نہ یُوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کُشا کے سامنے

حاجتیں پُوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

چاہیئے تجھکو مٹانا قلب سے نقشِ دُوئی
سَر جُھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے

چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھکو بھی خُدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھُوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتّھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

ادارئیہ

احمدیہ صد سالہ جشنِ تشکّر

جب ۱۹۳۹ء میں قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی خدمت میں گذارش کی گئی کہ جماعت کی خواہش ہے کہ حضور کی سلور جوبلی (پچاس سال کے بعد منائی جانے والی جوبلی) کا اہتمام کرے تو پہلے تو حضور نے اس تجویز کو مناسب خیال نہ فرمایا اور پھر اس خیال سے کہ اسی سال جماعت کو بھی قائم ہوئے پچاس سال ہوئے تھے اجازت مرحمت فرما دی کہ یہ دراصل احمدیہ جماعت کے پچاس سال پورے ہونے کی جوبلی ہوگی۔ نیز فرمایا کہ اس شرط پر اجازت دیتا ہوں کہ سو سال پورے ہونے پر جماعت کی سو سالہ جوبلی منائی جائے۔

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے جماعت کی سو سالہ جوبلی جسے اب ہم احمدیہ سو سالہ جشنِ تشکر کہتے ہیں، کا اعلان فرمایا اور اس کے انتظامات شروع فرما دیئے گئے۔ چوتھے مظہر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے اپنی امامت کے آغاز ہی سے جوبلی کی تیاریوں کی رفتار تیز سے تیز کر دی اور خاص حد تک اسے مزید وسیع بھی کر دیا۔ اس موقعہ پر جلسے ہوں گے۔ لٹریچر کی نمائشیں لگیں گی قرآنِ مجید اور اس کی چیدہ آیات کے سو زبانوں میں ترجمے پیش کئے جائیں گے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفقاء کی بڑی تصاویر ہالوں میں سجائی جائیں گی۔ اور جماعت کے اہم مقامات اور اہم اداروں کی وڈیو ساری دنیا میں دکھائی جائیں گی۔

اسی موقعہ پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ ایک پیغام جاری فرمائیں گے جس میں تمام دنیا کے بادشاہوں، صدر صاحبان، وزرائے اعظم اور دیگر اہم شخصیات کو مخاطب کر کے احمدیت کا پیغام دیا جائیگا۔ یہ پیغام دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچانے کے لئے اسے بہت بڑی تعداد میں شائع کیا جائیگا اور دنیا بھر کی احمدیہ جماعتیں اس کی تقسیم کا خاص اہتمام کریں گی۔

خواہش اور دعا تو یہ ہے کہ سب سے بڑا جلسہ ربوہ میں منعقد کیا جاتا اور کثیر تعداد میں بیرونی ممالک کے احمدی دوست اس جلسہ میں حاضر ہوتے لیکن ایسا ممکن نہ ہوا تو پھر سب سے بڑا جلسہ انگلستان میں ہوگا۔ اور جیسا کہ حضور انور نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا ساری دنیا میں کئے جانیوالے جلسے (اللہ تعالیٰ نے چاہا تو) اتنے زور شور سے ہوں گے کہ محاورۃً ساری دنیا کے کان پھٹ جائیں گے۔

احمدیہ صد سالہ جشنِ تشکر کے موقع پر

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ کا پیغام

نوعِ انسانی کو دینِ توحید کی طرف آنے کی پُرخلوص دعوت

ھُوَ النَّاصِرُ
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

مُلکِ ہند میں مشرقی پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں آج سے ایک سو سال پہلے ایک عجیب ماجرا گزرا، جسے آئندہ بنی نوعِ انسان کے لئے ایک عظیم عہد آفریں واقعہ بننا تھا۔ وہاں ایک ایسا مذہبی راہنما مبعوث ہوا جس نے خدا کے اِذن سے دَورِ آخر میں ظاہر ہونے والے آسمانی مصلح ہونے کا دعویٰ کیا۔ یوں تو دُنیا میں ایسے سینکڑوں دعویدار پیدا ہوئے اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے لیکن اس کے دعویٰ میں ایک ایسی بات تھی جو سب سے الگ اور سب سے عجیب تھی۔ اس نے ایک ایسا دعویٰ کیا جس نے ایک نئے انداز میں اقوامِ عالم کے اتحاد کی بِناء ڈالی اور توحیدِ باری تعالیٰ کی ایک ایسی تفسیر کی جس نے دَورِ آخر میں ظاہر ہونے والے متفرق مصلحین کے پراگندہ تصوّر کو وحدت کا جامہ پہنایا۔

وہ انقلاب آفریں اعلان کیا تھا جس نے اس دَور کی مذہبی دُنیا میں ایک ہیجان برپا کر دیا اور جس کا ارتعاش زمین کے کناروں تک محسوس کیا گیا یہ وہ دَور تھا جسے ہم بالعموم دورِ انتظار کہہ سکتے ہیں۔ تمام دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے پیروکار کیا یہودی اور کیا عیسائی، کیا مسلمان اور کیا ہندو، کیا بدھ اور کیا

زرتشتی اور کیا کنفیوشس کے ماننے والے۔ سبھی اپنے اپنے مذہب کی راہ پر آخری زمانہ کے مصلح کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ یہود کو بھی ایک مسیح کی انتظار تھی جس نے دورِ آخر میں ظاہر ہونا تھا۔ مسلمان بھی ایک موعود مسیح کی آمد کے منتظر بیٹھے تھے اور ایک مہدیٔ معہود کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ہندو کرشن کی آمدِ ثانی کے منتظر اور بُدھ مت کے ماننے والے بدھا کے نئے رُوپ میں ظاہر ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر مذہب میں ایسی قطعی اور واضح پیشگوئیاں موجود تھیں کہ آخری زمانے میں سچائی کے عالمگیر غلبہ کی خاطر خدا تعالیٰ کسی مصلح کو ضرور بھیجے گا لیکن مشکل یہ تھی کہ ہر مذہب اس ظاہر ہونے والے مصلح کو الگ الگ ناموں سے یاد کر رہا تھا۔

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ راز سمجھایا کہ مختلف مذاہب میں جو مختلف ناموں سے آخری موعودِ عالم کی پیشگوئیاں ملتی ہیں اگرچہ وہ سب بنیادی طور پر درست ہیں لیکن یہ دُرست نہیں کہ خدائے واحد و یگانہ نے ہر مذہب میں الگ الگ مصلح بھیجنا تھا بلکہ مراد صرف یہ تھی کہ ایک ہی مذہب میں جسے خدا تعالیٰ اپنے جلوۂ توحید کے لئے اختیار فرمائے۔ ایک ایسے موعود عالم کو مبعوث فرمانا تھا جو تمام مذاہب کے موعود مصلحین کی بھی نمائندگی کرتا تا بنی آدم کو ایک عالمی وحدت کی لڑی میں پرو کر توحیدِ خالق کا ایک رُوح پرور نظارہ توحیدِ خلق کے آئینہ میں دکھایا جاتا۔

آپ نے اِذنِ الٰہی کے تابع یہ اعلان کیا کہ وہ مذہب ...(دینِ حق۔ ناقل) ہے جسے خدا نے اپنی توحید کے عالمگیر جلوہ کے لئے اختیار فرمایا ہے اور محمد عربی احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ آخری صاحبِ قانون رسول ہیں جو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور جن کی غلامی میں وہ مصلحِ عالم پیدا ہونا تھا جس کا مختلف ناموں کے ساتھ مختلف لبادوں میں مختلف مذاہب میں ذکر ملتا ہے۔

بہت عجیب تھا یہ دعویٰ اور وہ یکا و تنہا آواز جو ہندوستان

کی ایک چھوٹی سی گمنام بستی سے بلند ہوئی تھی بظاہر کوئی ایسی اہمیت نہ رکھتی تھی کہ قابلِ توجہ اور قابلِ پذیرائی سمجھی جاتی لیکن تعجب ہے کہ دُنیا نے اس آواز کی طرف بڑی سنجیدگی سے توجہ کی اور جہاں آپ کی تائید میں دُنیا کے مختلف ممالک سے بعض آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں، وہاں مخالفت کا بھی ایک ایسا شور برپا ہُوا کہ جس کی نظیر انسانی تاریخ میں شاذ شاذ ملتی ہے اور ایسے تاریخ ساز اَدوار کی یاد دلاتی ہے جب خدا تعالیٰ اپنی نمائندگی میں اپنے بعض کمزور بندوں کو پیغامِ حق کے لئے کھڑا کرتا ہے اور باوجود اس کے کہ تمام دُنیوی طاقتیں ان کی مخالف ہوجاتی ہیں پھر بھی وہ ان کی پشت پناہی کرتا۔ ہر لحظہ ان کی حفاظت کے سامان فرماتا۔ اور قدم بقدم ان کی کمزوری کو طاقت میں تبدیل فرماتا چلا جاتا ہے۔ پس یہی معاملہ اس دعویدار اور اس کی جماعت کے ساتھ کیا گیا۔

دُنیا نے آپ کی مخالفت کو انتہاء تک پہنچا دیا۔ آپ کے خلاف کفر و الحاد کے فتاوٰی صادر کئے گئے۔ جھوٹے مقدموں میں ملوث کیا گیا۔ قتل کے منصوبے باندھے گئے۔ آپ کے متبعین کو ہر لحاظ سے ستایا گیا۔ ان کی مذہبی آزادی کو پامال کیا گیا اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ ان کے نفوس و اموال کو مباح قرار دے کر ان کو واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ ظالمانہ طور پر وہ شہید کئے گئے اذیت ناک جسمانی سزائیں دی گئیں۔ دکانیں لُوٹی گئیں۔ تجارتیں برباد کردی گئیں اور گھر جلا دیئے گئے حتّٰی کہ بار ہا..... (بیوت الذکر۔ ناقل) بھی منہدم کر دی گئیں غرضیکہ مخالفت کا ہر وہ ذریعہ اختیار کیا گیا جس کا مقصد آپ کے پیغام اور آپ کی جماعت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا تھا لیکن دشمنی اور عناد کا یہ طوفان اس آواز کو دبا نہ سکا اور مخالفت کی ہر لہر سے جماعت احمدیہ پہلے سے قوی تر اور بلند تر ہو کر اُبھری۔

پس جماعت کے قیام سے لے کر ایک سو سال تک بلاشبہ اس نحیف اور کمزور جماعت کو قادر و توانا خدا کی تائید اور پشت پناہی حاصل تھی اور ہر لمحہ اس کا دستِ قدرت اس کی حفاظت فرما رہا تھا۔

ان بے شمار فضلوں اور پیہم نوازشات پر اپنے محسن خدا کا ذکر بلند کرنے اور اظہارِ تشکر کی خاطر جماعتِ احمدیہ عالمگیر ۱۹۸۹ء کا سال صد سالہ جشنِ تشکر کے طور پر منا رہی ہے۔

اس مبارک موقع پر بڑے خلوص اور عجز کے ساتھ میں اپنے تمام انسان بھائیوں کو جماعتِ احمدیہ میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں اور عالم الغیب والشہادۃ خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ یہ ایک سچی اور مخلص جماعت ہے جو ..... (دینِ توحید۔ ناقل) کو دینِ حق تسلیم کرتی ہے اور ایمان رکھتی ہے کہ آج بنی نوع انسان کی نجات ..... (دینِ حق۔ ناقل) ہی کے دامن سے وابستہ ہے۔ .... (دینِ حق۔ ناقل) تمام بنی آدم کو وحدت اور امن کا پیغام دیتا ہے اور اپنی اشاعت کے لئے کسی قسم کے جبر و تشدد کے ذرائع اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور انسان کی آزادیٔ ضمیر کا علمبردار ہے۔ .... (دینِ حق۔ ناقل) انسان کو ہوائے نفس کی غلامی سے نجات بخشتا ہے اور ایک سادہ مگر انتہائی ترقی یافتہ نظام عطا کرتا ہے جو اس کے تمام اقتصادی، تمدنی معاشرتی مسائل کا مؤثر حل اپنے اندر رکھتا ہے .... (دینِ حق۔ ناقل) ایک ایسا سیاسی نظریہ حیات انسان کو عطا کرتا ہے جس میں جھوٹ اور فریب دہی کی کوئی گنجائش نہیں اور ایسے کامل عدل کی تعلیم دیتا ہے جو انفرادی، قومی اور گروہی مصالح سے بالاتر ہے۔ اور دوست دشمن کے حقوق کو مساوی میزان سے تولتا ہے۔

جماعت احمدیہ ایمان رکھتی ہے کہ یہی دین ہے جو صلاحیت رکھتا ہے کہ آج تمام اقوام عالم کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے اور توحید

کی لڑی میں پرو دے۔ پس مَیں اس اہم اور مبارک موقع پر بحیثیت امام جماعتِ احمدیہ عالمگیر رُوئے زمین پر بسنے والے اپنے تمام انسان بھائیوں کو اسی دینِ امن اور دینِ توحید کی طرف دل کی گہرائی اور پُر خلوص جذبۂ اخوت کے ساتھ بلاتا ہوں۔ ہر چند کہ احمدیت بادیٔ النظر میں ابھی ایک ایسی قوت کے طور پر نہیں اُبھری جو ایک عالمی انقلاب برپا کرنے کی قدرت رکھتی ہو لیکن ہر صاحبِ بصیرت یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ گذشتہ ایک سو سال میں شدید مخالفتوں کے باوجود اس جماعت کی حیرت انگیز عالمی ترقی کوئی ایسا معمولی واقعہ نہیں جسے نظر انداز کیا جا سکے۔

اس عرصہ میں جماعتِ احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دُنیا کے ۱۲۰ ممالک میں قائم اور مستحکم ہو چکی ہے اور اس کی ترقی کی رفتار لحظہ بہ لحظہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی جا رہی ہے اور اس جماعت کے حق میں وہ سب کچھ رونما ہو رہا ہے، جس کا ایک سو سال پہلے انسانی تخمینوں کے لحاظ سے کوئی تصوّر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پس یقیناً وہ خدا کی ہی آواز تھی جس نے اس جماعت کے مستقبل کے بارہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اِن الفاظ میں خبر دی :۔

"مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" ......"مَیں تیری .... (تعلیم ـ ناقل) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

انہی الٰہی بشارات سے روشنی اور قوت پا کر بانیٔ سلسلہ احمدیہ

نے بنی نوع انسان کو یہ عظیم خبر دی کہ:۔

"قریب ہے کہ مَیں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اَور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی مگر مَیں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی رُوح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اس مُشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں، عنقریب دیکھ لے گا کہ مَیں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں"۔

(ازالۂ اوہام۔ رُوحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

سعادت مند ہے وہ انسان جو آسمانی آواز پر کان دھرے اور خدا کے قائم کردہ امام کی دعوت پر لبیک کہنے کی سعادت پائے۔

اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

دستخط (مرزا طاہر احمد)

امام جماعتِ احمدیہ

ہماری تاریخ

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

" ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے

کہ وہ اس ملک (بھارت۔ ناقل) سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دو سو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل وعیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بپچاس کوس بگوشہ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہو گئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر قادیان بن گیا۔ اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھ کہلاتا تھا۔ غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھ تھا کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی تھیں اور ماجھ زبانِ ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں اور چونکہ ہمارے

بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت مل گئی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندانِ والیانِ ملک میں سے تھے۔ اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا تھا۔ پھر اس ملک میں آکر بادشاہِ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہو گئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب مرزا گل محمد صاحب ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے۔ اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ تاہم ان کی جواں مردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانے میں اپنے نواح میں ایک خود مختار

رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دستر خوان پر روٹی کھاتے تھے۔ اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحا اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے۔ جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر . . . اور . . . کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارکِ نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنج وقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھی . . .

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنی میرزا گل محمد نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے، وفات پائی تھی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطبا نے اتفاق کرکے کہا کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب کو استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ ہوگا۔ مگر جرأت نہیں رکھتے تھے کہ ان کی خدمت میں عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک نرم تقریر میں عرض کر دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بہت سی دوائیں ہیں۔ مَیں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور مَیں خدا کی قضاء و قدر پر راضی ہوں۔ آخر چند روز کے بعد اس مرض سے انتقال فرما گئے۔ موت تو مقدر تھی مگر یہ ان کا طریق تقویٰ ہمیشہ کے لئے یادگار رہا کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ لیکن انہوں نے معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ افسوس ان نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلی لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالیٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں۔ اور شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے اور عمر طبعی سے بھی محروم رہ کر اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلا ہو کر جلد تر مر جاتے ہیں اور آئندہ نسلوں کے لئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا علمِ کلام

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مذہبی دُنیا میں جو انقلاب پیدا کیا اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضور نے مختلف مذاہب کے آپس میں تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش فرمائی اور فرمایا کہ اعتراض کیا جائے تو مستند کتابوں پر۔ تاکہ جن لوگوں پر اعتراض کیا جائے وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم تو اس بات کو مانتے ہی نہیں۔

حضور اقدس نے مزید فرمایا کہ ایسا اعتراض کسی پر نہ کیا جائے جو اپنے پر وارد ہوتا ہو ایسا کرنے سے بھی بہت سے اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں اور آپس کے تعلقات بہتر بننے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"اب آپ غور کریں کہ دنیاوی اور جسمانی رزق کے لئے جس کے بغیر کچھ دن آدمی زندہ بھی رہ سکتا ہے چھ مہینے درکار ہیں۔ حالانکہ وہ زندگی جس کا مدار جسمانی رزق پر ہے ابدی نہیں بلکہ فنا ہو جانے والی ہے۔ پھر روحانی رزق جو روحانی زندگی کی غذا ہے جس کو کبھی فنا نہیں اور وہ ابدالآباد کیلئے رہنے والی ہے۔ دو چار دن میں کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ ایک دم میں جو چاہے کر دے اور ہمارا ایمان ہے کہ اسکے نزدیک کوئی چیز انہونی نہیں ہے۔ (دینِ حق۔ ناقل) نے ایسا خدا پیش ہی نہیں کیا جو مثلاً آریوں کے پیش کردہ پرمیشر کی طرح نہ کسی روح (جیو) کو پیدا کر سکے نہ مادہ کو اور نہ اپنے طلبگاروں کو اور صادقوں کو سچی شانتی اور ابدی مکتی دے سکے۔ نہیں۔ بلکہ (دینِ حق۔ ناقل) نے وہ خدا پیش کیا ہے جو اپنی قدرتوں اور طاقتوں میں بے نظیر اور لاشریک خدا ہے۔ مگر ہاں اس کا قانون یہی ہے کہ ہر ایک کام ایک ترتیب اور تدریج سے ہوتا ہے اس لئے صبر اور حسنِ ظن سے اگر کام نہ لیا جائے تو کامیابی مشکل ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا کہ پہلے بزرگ پھونک مار کر آسمان پر پہنچا دیتے تھے۔ مَیں نے کہا کہ تم غلطی کرتے ہو۔ خدا تعالیٰ کا یہ قانون نہیں ہے۔ اگر ایک مکان میں فرش کرنے لگو تو پہلے ضروری ہوگا کہ اس میں کوئی حصّہ قابلِ مرمت ہو تو اس کی مرمت کرنی پڑے گی۔ اور جہاں جہاں گندگی اور ناپاکی پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کو فینائل وغیرہ سے صاف کیا جاتا ہے۔ غرض بہت سی تدبیروں اور حیلوں کے بعد وہ اس قابل ہوگا کہ اس میں فرش بچھایا جائے۔ اسی طرح پر انسان کا دل اس سے پیشتر کہ خدا تعالیٰ کے رہنے کے قابل ہو وہ شیطان کا تخت ہے اور سلطنتِ شیطان میں ہے۔ اب دوسری سلطنت کے لئے اس شیطانی سلطنت کا قلع قمع ضروری ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۲۸-۲۲۹)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا:۔

"میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہدِ دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے مَیں اس سے قطع نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے۔ اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیئے اور دوستوں

سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور
تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے۔"
(ملفوظات جلد دوم ص)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا:۔

"ثابت قدمی میں بڑی برکتیں ہوتی ہیں۔ شہد ہی
کی مکھی کو دیکھو کہ جب وہ ثابت قدمی اور محنت کے ساتھ
اپنے کام میں لگتی ہے تو شہد جیسی نفیس اور کار آمد شئے
تیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح پر جو خدا کی تلاش میں استقلال
سے لگتا ہے وہ اس کو پالیتا ہے نہ صرف پالیتا ہے بلکہ
میرا تو ایمان ہے کہ وہ اس کو دیکھ لیتا ہے۔ ارضی علوم
کی تحصیل میں کس قدر دقت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا
ہے۔ یہ علومِ روحانی علوم کی تحصیل کے قواعد کو صاف
طور پر بتا رہے ہیں۔ ہمارا مذہب جو روحانی علوم مبتدی
کے لئے ہونا چاہئیں، یہ ہے کہ وہ پہلے خدا کی ہستی، پھر
اس کی صفات کی واقفیت پیدا کرے۔ ایسی واقفیت
جو یقین کے درجہ تک پہنچ جائے۔ تب اللہ تعالیٰ کی ذات
اور اس کی صفاتِ کاملہ پر اس کو اطلاع مل جاوے
گی۔ مگر اس کی روح اندر سے بول اٹھے گی کہ پورے
اطمینان کے ساتھ اس نے خدا کو پالیا ہے۔ جب اللہ
تعالیٰ کی ہستی پر ایسا ایمان پیدا ہو جاوے کہ وہ یقین
کے درجہ تک پہنچ جاوے اور انسان محسوس کرے کہ
اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اور اس کی صفات
سے واقفیت حاصل ہو جاوے تو گناہ سے نفرت
پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت جو پہلے گناہ کی طرف جھکتی
تھی اب ادھر سے ہٹتی اور نفرت کرتی ہے اور یہی
توبہ ہے۔"　　(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۳۷)

فرمایا۔

"انسان کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ بدی
سے بچے اور نیکی کی طرف دوڑے۔ اور نیکی کے دو
پہلو ہوتے ہیں ایک ترکِ شر دوسرا افاضۂ خیر۔ ترکِ
شر سے انسان کامل نہیں بن سکتا جبتک اس کے
ساتھ افاضۂ خیر نہ ہو یعنی دوسروں کو نفع بھی پہنچائے۔
اس سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر تبدیلی کی ہے۔ اور یہ
مدارج تب حاصل ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات
پر ایمان ہو اور ان کا علم ہو۔ جبتک یہ بات نہ ہو
انسان بدیوں سے بھی بچ نہیں سکتا۔ دوسروں کو
نفع پہنچانا تو بڑی بات ہے۔ بادشاہوں کے رعب
اور تعزیراتِ ہند سے بھی تو ایک حد تک ڈرتے
ہیں۔ اور بہت سے لوگ ہیں جو قانون کی خلاف
ورزی نہیں کرتے۔ کیوں احکم الحاکمین کے قوانین
کی خلاف ورزی میں دلیری پیدا ہوتی ہے۔ کیا اس
کی کوئی اور وجہ ہے بجز اس کے کہ اس پر ایمان
نہیں ہے؟ یہی ایک باعث ہے۔"

ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۳۸

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا۔

" اصل بات یہ ہے کہ انسان کی فطرۃ میں ایک
بات موجود ہے کہ ہنسی کے مقام پر ہنس پڑتا ہے اور
رونے کے مقام پر رو بھی پڑتا ہے اور ان سے مناسب
موقع پر ایک لذت بھی اٹھاتا ہے۔ مگر یہ لذت کوئی
روحانی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ کوئی کسی عورت پر عاشق

ہوجاتا ہے اور اپنے عشق ہی میں اس کے ہجر کے شعر بنا بنا کر خوش ہوتا ہے اور روتا ہے۔ انسان کے اندر ایک طاقت ہے خواہ اس کو محل پر یا بے محل استعمال کرے۔ پس اس طاقت پر ہی بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہے اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت اس لئے رکھی ہے کہ سچے سائل محروم نہ ہوں۔ جب یہ برمحل استعمال ہو تو ان کیلئے آنیوالے روحانی مدارج کا ایک مقدمہ ہو اور یہ موتی کا کام دے۔ غرض یہ امور کہ کبھی رو پڑنا اور کبھی دنیا کی دوسری چیزوں اور تعلقات سے انقطاع کرنا یہ عارضی ہوتے ہیں۔ ان پر اعتبار کر کے بے دست وپا نہ بنے۔ وہ امور جن پر سچی معرفت کی بنا ہے یہ ہیں کہ وہ خدا کی راہ میں اگر بار بار آزمایا جائے اور مصائب ومشکلات کے دریا میں ڈالا جائے تب بھی ہرگز نہ رائے اور قدم آگے ہی بڑھائے۔ اس کے بعد اس کی فت کا انکشاف ہوتا ہے اور یہی سچی نعمت حقیقی راحت ہوتی ہے۔ اس وقت دل میں رقت پیدا ہوتی ہے مگر یہ رقت عارضی نہیں ہوتی بلکہ سرور اور لذت سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ رُوح پانی کے ایک مصفّیٰ چشمہ کی طرح خدا کی طرف بہتی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ سمندر سے پہلے ایک سراب آتا ہے وہ بھی سمندر ہی نظر آتا ہے جو سراب کو دھوکا سمجھ کر آگے چلنے سے رہ جاتا اور مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے وہ ناکام اور نامراد رہتا ہے لیکن جو ہمت نہیں ہارتا اور قدم آگے بڑھاتا ہے وہ منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔"

ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۴۱-۲۴۲

"اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ جو خدا سے محبت کرتے ہیں۔ اسی سے ڈرتے ہیں، اسی سے امید رکھتے ہیں وہ ایک سلطان رکھتے ہیں۔ لیکن جو نفس کے تابع ہوتے ہیں ان کے پاس کوئی سلطان نہیں ہے جو محکم طور پر دل کو پکڑے۔ غرض انسان کا کوئی فعل اور قول ہو جب تک وہ سلطان کا پیرو نہ ہو، شرک کرتا ہے۔ پس ہم جو اپنی کارروائی کی دو طور پر اشاعت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی شاہد نہیں ہو سکتا کہ کس قدر سچے جوش اور خالصۃً للہ اس کو پیش کرتے ہیں۔ ہمیں اتفاق نہیں ہوا کہ انگریزی میں لکھ پڑھ سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی بھی اپنے دوستوں کو تکلیف نہ دیتے مگر اس میں مصلحت یہ تھی کہ تا دوسروں کو ثواب کے لئے بلائیں۔ ورنہ میری طبیعت تو ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو کام مَیں خود کر سکتا ہوں اس کے لئے کسی دوسرے کو کبھی کہتا ہی نہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۵۵)

"بعض انسانوں کو دیکھو گے کہ کافیاں اور شعر سن کر وجد و طرب میں آجاتے ہیں مگر جب ان کو کسی شہادت کے لئے بلایا جائے تو عذر کریں گے کہ ہمیں معاف رکھو۔ ہمیں تو فریقین سے تعلق ہے۔ ہمیں اس معاملہ میں داخل نہ کرو۔ پس سچائی کا اظہار نہ کریں گے۔ ایسے لوگوں کے وجد و سرور سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ جب کسی ابتلا میں آجاتے ہیں تو اپنی صداقت کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ ان کا

وجد و سرور قابلِ تعریف نہیں ۔ یہ وجد و سرور ایک عارضی چیز اور طبعی امر ہے ۔ بعض منکرین جن کو تمام پاکبازوں سے دلی عداوت ہے ۔ وہ بھی اس سرور سے حصہ لیتے ہیں ۔ ایک متعصب ہندو مثنوی مولوی روم رحمۃ اللہ علیہ پڑھ کر سرور حاصل کرتا تھا ۔ حالانکہ وہ دشمنِ اسلام تھا ۔ کیا تم سانپ کو پاکباز مانو گے جو بانسری سن کر سرور میں آجاتا ہے یا اونٹ کو خدا رسیدہ قرار دو گے جو خوش الحانی سے نشہ میں آجاتا ہے ۔ سچائی کا کمال جس سے خدا خوش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنی وفاداری دکھائے ۔ ایسے انسان کا تھوڑا عمل بھی دوسرے کے بہت عمل سے بہتر ہے ۔

" انسان دوسرے شخص کی دل کی بات معلوم نہیں کر سکتا اور اس کے قلب کے مخفی گوشوں تک اس کی نظر نہیں پہنچ سکتی ۔ اس لئے دوسرے شخص کی نسبت جلدی سے کوئی رائے نہ لگائے ۔ بلکہ صبر سے انتظار کرے ۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں سب کو اپنے سے بہتر سمجھوں گا اور کسی کو اپنے سے کم تر خیال نہیں کروں گا ۔ اپنے محبوب کو راضی کرنے کیلئے انسان ایسی تجویزیں سوچتے رہتے ہیں ۔ ایک دن اس نے ایک دریا کے پل کے پاس جہاں سے بہت آدمی گزر رہے تھے ایک شخص کو بیٹھا ہوا دیکھا ۔ اور اس کے پہلو میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی ۔ ایک بوتل اسکے ہاتھ میں تھی ۔ آپ پیتا تھا اور اس عورت کو بھی پلاتا تھا ۔ اس نے اس پر بدظنی کی اور خیال کیا کہ میں اس بے حیا سے تو ضرور بہتر ہوں ۔ اتنے میں ایک کشتی آئی معہ سواریوں کے ڈوب گئی ۔ وہی شخص جو عورت کے پاس بیٹھا تھا ۔ دریا میں سے سوائے ایک کے سب کو نکال لایا اور اس بدظن سے کہا تو مجھ پہ بدظنی کرتا تھا ۔ سب کو میں نکال لایا ہوں ایک کو تو نکال لا ۔ خدا نے مجھے تیرے امتحان کے لئے بھیجا تھا اور تیرے دل کے ارادہ سے مجھے اطلاع دی ۔ یہ عورت میری والدہ ہے اور بوتل میں شراب نہیں دریا کا پانی ہے ۔
غرض انسان دوسرے کی نسبت جلد رائے نہ لگائے "

(ملفوظات جلد دوم ص ۴۹-۲۴۸)

فرمایا "ہماری جماعت کے لئے یہ امر ضروری پڑا ہوا ہے کہ وہ اپنے وقتوں میں کچھ وقت نکال کر آئیں اور یہاں صحبت میں رہ کر اس غفلت کی تلافی کریں جو غیبوبت کے زمانہ میں پیدا ہوئی ہے اور ان شبہات کو دور کریں جو اس غفلت کا باعث ہوئے ہیں ۔ ان کا حق ہے کہ وہ ان کو پیش کریں اور ان کا جواب ہم سے سنیں ۔ بھلا اگر کمزور بچہ جو ابھی دودھ پینے اور ماں کے کنارِ عاطفت کا محتاج ہے اس سے الگ کر دیا جائے تو تم امید کر سکتے ہو کہ وہ بچ رہیگا کبھی نہیں ۔ اسی طرح بلوغ سے پیشتر کے کمال اور معرفت کا حال ہے ۔ انسان کمزور بچہ کی طرح ہوتا ہے ۔ مامور من اللہ کی صحبت اس کے لئے ضروری ہوتی ہے ۔ اگر وہ اس سے الگ ہو جائے تو اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے " ۔

" درحقیقت یہ ایک بہت ہی ضروری امر ہے

اگر خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دے اور وہ اس کو سمجھ لے کہ بار بار آنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس سے یہی نہ ہوگا کہ وہ اپنے نفس کے لئے فائدہ پہنچائے گا بلکہ بہتوں کو فائدہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ جب تک خود ایک معرفت اور بصیرت پیدا نہ ہو وہ دوسروں کو کیا راہ بتائے گا۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ بعض شریر الطبع لوگ ایسے آدمیوں کو جن کو بار بار آنے کی عادت نہیں کوئی سوال کرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے جوابات سنے ہوئے نہیں ہوتے اور ساکت ہو کر نہ صرف خود خفت اٹھاتے ہیں بلکہ دوسروں کے لئے جو دیکھنے سننے والے ہوتے ہیں ٹھوکر کا موجب ہو جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس خفت اور سکوت سے ایمان پر ایک زد پڑتی ہے اور اس میں کمزوری شروع ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان مغلوب ہو جاتا ہے تو وہ غالب کے اثر سے بھی متأثر ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات اس کے دل کو وہ اثر سیاہ کر دیتا ہے اور پھر قاعدہ کے موافق وہ تاریکی بڑھنے لگتی ہے یہاں تک کہ اگر اسی میں اس کو موت آجائے تو وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ ان ساری باتوں پر غور کر کے ایک دانشمند اس نتیجہ پر ضرور پہنچیگا کہ اس بات کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ ان زہروں کو دُور کرنے کے واسطے جو روح کو تباہ کرتی ہیں کسی تریاقی صحبت کی ضرورت ہے جہاں رہ کر انسان مہلکات کا علم بھی حاصل کرتا ہے اور نجات دینے والی چیزوں کی معرفت بھی کر لیتا ہے۔ اسی واسطے ایک عرصہ سے میرے دل میں یہ بات ہے اور میں سوچتا ہوں کہ اپنی جماعت کا امتحان سوالات کے ذریعہ سے لوں۔ چنانچہ میں نے اس تجویز کا کئی بار ذکر بھی کیا ہے۔ اگرچہ ابھی مجھے موقعہ نہیں ملا لیکن یہ بات میرے دل میں ہمیشہ رہتی ہے ایک بار سوالات کے ذریعہ آزما کر دیکھوں کہ جو کچھ ہم پیش کرتے ہیں اس کے متعلق ان کو کہاں تک علم ہے اور انہوں نے ہمارے مقاصد اور اغراض کو کہاں تک سمجھا ہے۔ اور جو اعتراض اندرونی یا بیرونی طور پر کئے جاتے ہیں ان کی مدافعت کہاں تک کر سکتے ہیں۔ اگر چالیس آدمی بھی ایسے نکل آویں جن کے نفس منوّر ہو جاویں اور پوری بصیرت اور معرفت کی روشنی انہیں مل جائے تو وہ بہت کچھ فائدہ پہنچا سکیں گے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص ۲۵۶-۲۵۷)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

" وہ آدمی جو کسی تریاقی صحبت میں رہے اور اس طرح رہے جو رہنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ایسے زہروں سے بچا لیتا ہے۔"

" دیکھو آنکھ میں بھی ایک روشنی اور نور ہے لیکن وہ سورج کی روشنی کے بغیر دیکھ نہیں سکتی۔ آنکھ خدا نے دی ہے اور ساتھ ہی دوسری روشنی بھی پیدا کر دی ہے کیونکہ یہ نور دوسرے نور کا محتاج ہے۔ اسی طرح اپنی عقل جب تک آسمانی نور اور بصیرت اس کے ساتھ نہ ہو کچھ کام نہیں دے سکتی۔ نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم مجرد عقل سے بھی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے جو طریقہ مقرر کیا

ہے اس کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔ بہت سے اسرار اور امور ہیں جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ اگر مَیں ان کو بیان کروں تو خاص آدمیوں کے سوا جو صحبت میں رہتے ہیں باقی حیران رہ جائیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۶۱)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات جیسے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ کے تعلقات۔ دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جماعت صحابہؓ کی تھی اسکے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال و املاک کی اور نہ عزیز و اقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد و مصائب جو اُن کو پہنچ رہے تھے ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سِر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا جو آپ لیکر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر ایک چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔

یاد رکھو جب سچائی پورے طور پر اپنا اثر پیدا کر لیتی ہے تو وہ ایک نور ہو جاتی ہے جو ہر ایک تاریکی میں اس کے اختیار کرنے والے کے لئے رہنما ہوتا ہے اور ہر مشکل میں بچاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۶۷)

فرمایا:۔

دُعا کا ایک ایسا باریک مضمون ہے کہ کہ اس کا ادا کرنا بھی بہت مشکل ہے جب تک خود انسان دعا اور اس کی کیفیتوں کا تجربہ کار نہ ہو وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ غرض جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے۔ خدا کے لئے ان سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جاوے برداشت کرتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ جو رحمٰن رحیم خدا ہے اور سراسر رحمت ہے اس پر نظر کرتا ہے اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے۔"

" زبان سے دعویٰ کرنا کہ مَیں نجات پا گیا ہوں یا خدا تعالیٰ سے قوی رشتہ پیدا ہو گیا ہے آسان ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ وہ کہاں تک ان تمام باتوں سے الگ ہو گیا ہے جن سے الگ ہونا

ضروری ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے وہ پالیتا ہے سچے دل سے قدم رکھنے والے کامیاب ہوجاتے ہیں اور منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب انسان کچھ دین کا اور کچھ دنیا کا ہوتا ہے۔ آخرکار دین سے الگ ہوکر دنیا ہی کا ہوجاتا ہے۔ اگر انسان ربانی نظر سے مذہب کو تلاش کرے تو تفرقہ کا فیصلہ بہت جلد ہوجائے۔ مگر نہیں۔ یہاں مقصود اور غرض یہ ہوتی ہے کہ میری بات رہ جاوے۔ دو آدمی اگر بات کرتے ہیں تو ہر ایک ان میں سے یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو گرادے۔ اس وقت تو چیونٹی کی طرح تعصّب، ہٹ دھرمی اور ضد کی بلائیں لگی ہوئی ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۷۴-۲۷۵)

"میں خداتعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خداتعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کے زہر سے بچ جاوے اور اس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہوجاوے۔ اس پر موت وارد ہوکر ایک نئی زندگی اس کو ملے۔ گناہ سے لذت پانے کی بجائے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔ جس کی یہ صورت ہوجاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا کو پہچان لیا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانہ میں یہی حالت ہورہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہنچا دے اور یہ فطرت اسمیں پیدا کرے۔ ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کرسکتے۔ یہ بلا عام ہو رہی ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے۔ نورانی ہوجاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۷۶-۲۷۷)

تلقینِ عمل

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بارہا اپنی جماعت کے افراد کو فرمایا اور اس پر زور دیا کہ محض عقیدے سے بات نہیں بنتی۔ یہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے اعمال پر نظر رکھے۔ اپنے آپ کو نیک بنائے اور دوسروں کو نیکی کا سبق دینے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اعمال کو درست کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اخلاقی انقلاب کردار سے برپا کئے جاتے ہیں۔ خود نیک بن کر اور دوسروں کو نیک بنا کر۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے کردار کو ایسا بنا سکیں جیسا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ چاہتے تھے۔

رفقاء حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت حافظ حامد علی صاحب

حضرت حافظ حامد علی صاحب ولد شیخ فتح محمد صاحب موضع تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور کے باشندے تھے۔ یہ موضع قادیان سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب شمال مغرب میں واقع ہے۔ آپ کا رنگ گندم گوں جسم دبلا پتلا۔ قد میانہ۔ داڑھی گھنی نہ تھی بلکہ صرف کلّوں پر۔ بشرہ پر متانت کے ساتھ تعلق باللہ کے آثار نمایاں تھے۔ والد صاحب محترم اور والدہ صاحبہ دونوں سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفقاء میں سے تھے۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب روایت کیا کرتے تھے کہ حافظ حامد علی صاحب سیّد ہیں اور ان کا شجرہ نسب ملتان کے خاندان سادات سے ملتا ہے اور ککّے زئی اس طرح مشہور ہوئے کہ ان کے کوئی بزرگ اپنے ننھیال ککے زئیوں میں یہاں آرہے تھے اس لئے سادات کی بجائے ککّے زئی کہلائے۔ آپ اپنی ذات پر فخر نہ کرتے تھے اور نہ اس کا ذکر۔ بلکہ انہیں اس بات پر فخر اور ناز تھا کہ مَیں احمدی ہوں اور اس وقت سے احمدی ہوں کہ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ابھی دنیا کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔

حضرت عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کا کوئی سفر ایسا نہیں ہوا جس میں حافظ حامد علی صاحب بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں ساتھ نہ ہوں اور اس سفر کا سارا اہتمام اور انتظام ان کے ہی سپرد ہوتا تھا حضور شادی کے لئے دہلی تشریف لے گئے تو براتیوں میں حافظ صاحب بھی شامل تھے جو سب سے نمایاں تھے۔ آپ ہی اس شادی میں تمام انتظام کرنے والے تھے اور حضرت نہایت بے تکلفی سے ہر ایک بات موقعہ کے مناسب حال آپ سے کرتے تھے۔

حضرت اقدس چلہ کشی کے لئے قادیان سے باہر جانا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو بتایا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیارپور میں ہو گی۔ چنانچہ حضور ۲۲ جنوری ۱۸۸۶ء کو وہاں تشریف لے گئے۔ اس عظیم الشان تاریخی موقعہ پر حضور نے جن رفقاء کو اپنے ساتھ لیا ان میں سے ایک حافظ حامد علی صاحب بھی تھے۔ اور وہاں آپ کے فرائض میں گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والوں کی مہمان نوازی کرنا تھا۔

حضرت عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حافظ حامد علی صاحب علمی مذاق کے آدمی نہ تھے اور حضرت اقدس کی صداقت کے لئے آپ کو کسی دلیل کی حاجت نہ تھی اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کو کسی دلیل کا

علم نہ تھا۔ اور آپ مباحثات اور ردّو قدح کے مقام سے بالکل الگ تھے۔ آپ کی نگاہ میں حضرت کی صداقت کی دلیل خود حضور ہی کی ذات تھی۔ مَیں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حافظ صاحب! آپ نے کن دلائل سے حضور کو صادق سمجھا تو فرمایا کہ سورج کی سچائی کی دلیل خود سورج ہے۔ میرے لئے حضور کا وجود اور عمل ہی دلیلِ صداقت ہے۔

محترم عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ یُوں تو سلسلہ احمدیہ میں ہو کر حافظ ہر ایک سے محبت و اخلاص کا برتاؤ کرتے اور اخوت کے مراتب کو مدّنظر رکھتے اور مَیں نہیں جانتا کہ ایک بھی آدمی ایسا ہو جس کو حافظ صاحب کے متعلق کچھ شکایت ہو۔ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے تھے لیکن جیسا کہ انسانی فطرت ہے بعض لوگوں سے آپ کو خاص طور پر محبت تھی اور مَیں نے جہاں تک دیکھا اس محبت کا معیار خود حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے محبت و اخلاص تھا۔ جس قدر آپ کسی کو حضور کی محبت میں فانی اور گم پاتے اسی قدر آپ اس سے زیادہ محبت کرتے۔

حضرت اقدس حافظ صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب بھی حضور کے جاں نثار خادم تھے۔ حافظ صاحب بہت کم سخن اور خاموش سیرت انسان تھے۔ عبادات میں انہوں نے حضرت اقدس کے رنگ کو حاصل کیا تھا۔ حضرت اقدس نے ان کی تعریف میں فرمایا تھا۔ "جیسی خدمت شیخ حامد علی نے کی ہے وہ میری خدمت کسی دوسرے نے نہیں کی اور یہ میرے ساتھ ہمیشہ رہا ہے۔ جنت میں بھی میرے ساتھ اسی طرح ہوگا۔"

حضرت حافظ صاحب نے ۸ ستمبر ۱۹۱۹ء کو وفات پائی۔ آپ کی عمر اس وقت ۷۵ برس تھی۔

حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب

حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب ضلع سیالکوٹ کے ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے آبائی مسکن ڈسکہ ضلع سیالکوٹ تھا۔ آپ کی قوم ساہی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ زیادہ تر علاقہ منٹگمری میں آباد تھی۔ چنانچہ منٹگمری کا پرانا نام ساہیوال تھا۔ کسی وقت پنجاب کے ایک علاقہ پر اس قوم کی حکومت تھی۔ اس خاندان کی یہ شاخ اب دینِ حق کی پیروکار ہے

("میری والدہ")

محترم چوہدری نصر اللہ خانصاحب کی شادی محترمہ حسین بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ جن کی ولادت ۱۸۶۲ء میں چوہدری الٰہی بخش صاحب کے ہاں آبائی مسکن داتا زید کا ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ قوم باجوہ تھی جو سیالکوٹ کی زمیندار اقوام میں نہایت معزز قوم سمجھی جاتی ہے۔ دونوں خاندانوں کی پہلے بھی رشتہ داری تھی۔

چوہدری نصر اللہ خانصاحب کی طبیعت بہت

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب

حضرت حافظ روشن علی صاحب

حضرت مولوی فرزند علی خاں صاحب

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّرؓ

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؓ

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

نازک اور حساس تھی اور والد صاحب سے انہیں بہت حجاب تھا۔ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ نہ کبھی بے تکلفی سے کلام کیا تھا اور نہ کبھی سیر ہو کر ان کے چہرہ کو دیکھا تھا۔ چوہدری صاحب موصوف طالب علمی میں ایک شریف، صاف گو اور قابلِ فخر طالب علم سمجھے جاتے تھے اور اسی وجہ سے طلبہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وکالت کا امتحان پاس کرنے سے قبل آپ نے بطور مختار ڈسکہ ہی میں پریکٹس شروع کر دی تھی لیکن وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے سیالکوٹ میں پریکٹس شروع کی اور وہیں رہائش اختیار کی۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سیالکوٹ تشریف آوری کے وقت تک چوہدری صاحب موصوف کی طبیعت بہت حد تک احمدیت کی طرف راغب ہو چکی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اب آخری فیصلہ کا وقت آ پہنچا ہے۔ چنانچہ چند دن بعد ہی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کر لی۔ بیعت کر لینے کے بعد ان کی زندگی میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ وہ سیالکوٹ میں ایک ممتاز ہستی تھے اور اپنے پیشہ کے لحاظ سے بہت معروف۔ مالی اور دیوانی مقدمات میں سب سے زیادہ قابل وکیل تھے۔ ان کی پریکٹس نہایت کامیاب پریکٹس تھی۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو کر انہوں نے میونسپلٹی کی وائس پریذیڈنٹی سے استعفٰی دے دیا اس کی وجہ ان کی مخالفت نہ تھی بلکہ انہوں نے اس وقت کو بچانے اور سلسلہ کی خدمت کیلئے ایسا کیا۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے چوہدری صاحب موصوف کے متعلق بیان کیا کہ :۔

”گو میں نے چوہدری صاحب کو سب سے پہلے ۱۹۰۴ء میں گورداسپور کے مقام پر دیکھا تھا جبکہ وہ ابھی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اور کرم دین والے مقدمہ میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے بطور صفائی کے گواہ کے پیش ہوئے تھے مگر پوری طرح تعارف ان سے ۱۹۱۴ء میں ہوا جبکہ وہ اور میں ایک ہی ریزولیشن کے ذریعہ مجلس معتمدین کے ممبر تجویز کئے گئے یہ پہلا تعلق تھا جو مجھے سلسلہ عالیہ کے انتظامی کاروبار میں ان سے ہوا۔ پھر وہ مشیر قانونی تھے اور میں بہشتی مقبرہ کا افسر ہوا۔ یہ دوسرا تعلق تھا۔ پھر میں کچھ عرصہ مجلس معتمدین کا سیکرٹری رہا اور وہ بہشتی مقبرہ کے افسر تھے۔ اس طرح ایک حیثیت سے وہ میرے ماتحت تھے تو یہ تیسرا تعلق تھا پھر وہ مجلس معتمدین کے پریذیڈنٹ تھے اور میں سیکرٹری تو اس طرح میں ان کے ماتحت تھا۔ یہ چوتھا تعلق تھا پھر بالآخر وہ ناظر اعلیٰ ہوئے اور خاکسار ناظر ضیافت ہو کر اُن سے مل کر کام کرتا رہا۔ یہ پانچواں تعلق تھا۔ غرض مذکورہ بالا پانچ قسم کے تعلق تھے جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۶ء تک مجھے چوہدری صاحب سے پڑتے تھے۔“

محترم چوہدری صاحب موصوف کی ذاتی خوبیاں قابلِ تذکرہ ہیں۔ آپ نماز باجماعت کے نہایت پابند تھے۔ نہایت خشوع و خضوع اور اطمینان سے نماز پڑھتے تھے۔ آپ کا ایک وصف کم گوئی تھا۔ آپ نہایت کم گو تھے۔

بے ضرورت بات کبھی نہ کرتے باوجود اس کے کہ قادیان میں آنریری کام کرتے تھے اور کسی کام کا کوئی معاوضہ آپ نے نہیں لیا۔ مگر جس صیغہ میں کام کیا نہایت پابندی وقت سے کیا۔ آپ جس وقت کام کرتے تھے تو کام میں ایسے مشغول اور منہمک ہوتے تھے کہ ارد گرد کے شور و شر یا اپنی طرف متوجہ کرنے والی باتوں سے متاثر نہ ہوتے تھے۔

محترم چوہدری صاحب موصوف کا انتقال پر ملال دو اور تین ستمبر ۱۹۲۶ء کی درمیانی شب کے آٹھ بجے ہوا۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحب

نواب محمد عبداللہ خانصاحب حضرت نواب محمد علی خانصاحب آف مالیر کوٹلہ کے فرزند تھے۔ یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو آپ کا تولد ہوا۔ آپ اڑھائی تین سال کے تھے کہ والدہ کی شفقت بھری گود سے محروم ہو گئے۔ آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ جب قادیان گئے تو عمر چھ سال تھی اور آپ کو قریباً ساڑھے چھ سال تک حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قرب میں قیام کا اور حضور کی شفقت کا اور نگرانی کا مورد بننے کا زریں موقعہ میسر رہا۔

آپ کے خاندان کے قدیمی ملازم میاں رحم دین کا بیان ہے کہ "ہم چند افراد میاں عبداللہ خانصاحب اور ان کی بہن اور بھائیوں کی خدمت پر مقرر تھے۔ یہ سب بہت پیار اور محبت سے رہتے تھے۔ میاں سب موصوف سب میں زیادہ باہمت، دلیر اور جرأت مند تھے اور حضرت نواب صاحب کو ان سے پیار بھی بہت تھا۔ میاں صاحب موصوف اپنے والد صاحب کی بات سنجیدگی اور متانت سے مانتے۔ عدم توجہگی اور گستاخی آپ کے رویہ میں ہرگز نہ تھی۔ رجحان بچپن سے ہی مذہبی تھا۔ اپنے ملازموں سے بہت محبت اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ آپ کے ابتدائی اساتذہ حکیم محمد زمان صاحب حضرت حافظ روشن علی صاحب اور حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی تھے جو اکثر سفر و حضر میں ہمراہ رہتے تھے اور آپ نے انہی سے تربیت حاصل کی تھی اور آپ ان سے بہت عزت و تکریم سے پیش آتے۔"

حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کا لاہور کے کالجوں میں پڑھتے ہوئے احمدی طلباء کے ایک حصہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ جب آپ نے میٹرک پاس کر لی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور کے گورنمنٹ کالج میں داخل ہوئے تو اس وقت تک احمدی طلباء مختلف کالجوں کے ہوسٹلوں میں رہتے تھے اور ان کے یکجا رہنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ نے دوڑ دھوپ کر کے احمدیہ ہوسٹل قائم کروایا اور اس کے لئے بہت اچھا مکان کرایہ پر لیا گیا۔ ۱۹۱۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء یعنی تقسیم ملک تک یہ ہوسٹل قائم رہا۔

آپ کا مقام سلسلہ عالیہ احمدیہ میں عزت و احترام کا حامل تھا۔ کیونکہ آپ کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے فخر دامادی حاصل تھا۔ سلسلہ کے ساتھ آپ کو جو مخلصانہ تعلق تھا وہ اس حقیقت سے عیاں ہے کہ آزادی ملک کے معاً بعد جب جماعت احمدیہ مشکلات سے دوچار تھی۔ آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے کام کی پوری ذمہ داری کو ناظر اعلیٰ کی حیثیت میں سنبھالا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ صدر انجمن احمدیہ مالی لحاظ سے سخت مشکلات

میں تھی۔ اسے آدمیوں کی بھی ضرورت تھی۔ جماعتی یکجہتی اور تنظیم کو قائم رکھنے کے لئے اپنے امام کی اطاعت میں اس کی معاونت کی اشد ضرورت تھی۔ آپ نے اس ذمہ داری کو اپنی صحت کے آخری ایام تک جفاکشی کے ساتھ ادا کیا۔

آپ نے ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء بروز دوشنبہ بوقت ۸½ بجے صبح لاہور میں بعمر ۷۶ سال وفات پائی۔

حضرت نواب عبداللہ خاں صاحب خدا تعالیٰ کے شاکر بندے تھے اور غالباً یہ ان کے کیریکٹر کا سب سے نمایاں پہلو تھا۔ ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے نہیں تھکتے تھے۔ ان کا ایک نمایاں وصف مہمان نوازی بھی تھا۔ وہ اپنے احباب کی دعوتیں کرکے جتنے خوش ہوتے تھے اور کسی بات سے اتنا خوش نہ ہوتے۔ آپ دل کے غریب، غریب دوست اور غریب نواز انسان تھے۔ لیکن حق بات کہنے میں وہ نڈر تھے اور حق گوئی میں وہ کسی کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔ تمام دنیوی سامان میسر ہوتے ہوئے بھی آپ نے نہایت سادہ زندگی گزاری۔ تکلفات کو اپنی ذات میں کبھی داخل نہیں ہونے دیا۔ سلسلہ کی ہر مالی و قالی خدمت میں سب سے پیش پیش رہے۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر بے شمار رحمتیں ہوں۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب وہ خوش نصیب رفیق ہیں جنہیں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نسبتی بھائی ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ آپ اپنی عظیم بہن سے سولہ برس چھوٹے تھے۔ حضرت سیدہ کی ولادت ۱۸۶۵ء کی ہے۔ ان کی ولادت کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے جو سب خدا کی مشیئت نے اپنے پاس بلا لئے۔ ان کے بعد ۱۸ جولائی ۱۸۸۱ء بروز دوشنبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لڑکا عطا فرمایا جن کا نام محمد اسمٰعیل رکھا۔ جن کا وجود لوگوں کے لئے بہت نافع الناس ثابت ہوا جو سماءِ احمدیت کے درخشندہ ستارے ثابت ہوئے۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب ۱۹۰۰ء میں ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اہل خانہ سبھی کا مشورہ یہی تھا کہ ڈاکٹری میں داخلہ لیا جائے۔۔۔ جب داخلہ کا وقت آیا تو محترم میر صاحب کو بوجہ فسٹ ڈویژن کے بارہ روپے ماہوار وظیفہ حکومت کی طرف سے آپ کو باقاعدہ پانچوں سال وظیفہ ملتا رہا۔ اسی طرح آپ کی ڈاکٹری کی تعلیم مکمل ہوئی۔۔۔ جب آپ میڈیکل کے آخری سال کا امتحان دے چکے نتیجہ کے بارہ میں فکر تھی تو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا "اسسٹنٹ سرجن" چنانچہ آپ تمام پنجاب میں اوّل نمبر پہ پاس ہوئے۔ ملازم ہو کر دہلی متعین ہوئے ۱۹۰۷ء میں لاہور میو ہسپتال میں متعین ہوئے۔ اس کے علاوہ پانی پت۔ گوجرہ۔ چکوال ضلع ڈیرہ غازیخان

سرسہ ضلع حصار۔ لائل پور۔ فاضلکا ضلع فیروز پور۔ گورداسپور اور شملہ وغیرہ میں آپ متعین رہے۔"

"حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نے ریتی چھلہ کے قریب دارالعلوم میں اپنا مکان بنوایا۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد اسی میں قیام کیا۔۔۔ آپ کا اندرون شہر ایک اور مکان تھا جس کا نام "کنج عافیت" آپ نے رکھا۔ وہ آپ نے سلسلہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔"

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے عشق کی حد تک محبت تھی اور بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بھی آپ سے بہت تعلق تھا۔ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر نے تو آپ کے لئے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے "منظور نظر" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں جب صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آپ کو بھی اس کا ممبر مقرر فرمایا ۱۹۲۴ء میں قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر انگلستان کے سفر پر تشریف لے گئے تو حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کو آپ نے ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا اس موقع پر حضور نے فرمایا۔" ان کے دل میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ اس محبت کی وجہ سے روحانیت کا ایک خاص رنگ ان میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ ایسی ٹھوکر سے جو دوسروں کو لگ جاتی ہے۔ یا لگ سکتی ہے۔ خدا نے ان کو محفوظ کیا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس تعلق کی وجہ سے جو برکات ان پر نازل ہوتی ہیں ان کے باعث جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے۔

علم کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ علم ادیان اور علم الابدان۔ حضرت میر صاحب علم کی دونوں اقسام کے جامع تھے۔ آپ ایک ماہر سرجن ہمدرد ڈاکٹر۔ نافع الناس کے ساتھ ساتھ دینی علوم پر گہری دسترس رکھتے تھے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد جہاں آپ کا طبی فیضان جاری رہا وہاں الفضل کے صفحات شاہد ہیں کہ ہر اہم اور پیش آمدہ مسئلہ پر آپ کے اسپ قلم نے جولانیاں دکھائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کو ان کی وفات کے وقت کے بارہ میں بھی بتلا دیا تھا۔ مرزا عزیز احمد صاحب راوی ہیں کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل میر صاحب نے مرزا منور احمد صاحب کو بتلایا کہ میری وفات چھیاسٹھ سال کی عمر میں ماہ جولائی میں جمعہ کے دن ہو گی اور یہ بات میں ایک خواب کی بنا پر کہتا ہوں"

۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء جمعہ کا روز تھا۔۔ ساتھ بجکر چالیس منٹ پر آپ نے آخری سانس لی اور میر ناصر نواب کا لخت جگر۔ اماں جان کا بھائی۔ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منظور نظر اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گیا۔

حضرت میر صاحب عشقِ الٰہی کا چلتا پھرتا مجسمہ تھے۔ سلسلہ کی عزت و عظمت کا قیام ان کا مطمعِ نظر تھا۔ وہ ہر وقت دینی مطالعہ میں مستغرق رہتے۔ خدا کی قدرتوں پر فکر کرتے رہتے۔ بڑے نکتہ رس عالم دین تھے۔"

الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب

"حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ۱۸۹۰ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم میر ناصر نواب صاحب ملازم تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام سید بیگم صاحبہ تھا۔ زندہ رہنے والے ایک بہن اور دو بھائیوں سے آپ چھوٹے تھے۔ . . آپ نے عشقِ رسول، علم، سیرت، حسنِ سلوک اور خدمتِ سلسلہ کی وہ حسین یادیں چھوڑی ہیں جنہوں نے انہیں زندۂ جاوید کر دیا۔"

"باقاعدہ اور بے قاعدہ مولوی عبدالکریم صاحب۔ حافظ روشن علی صاحب۔ مولوی سرور شاہ صاحب۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل سے عربی علوم پڑھنے کی کوشش کی۔ ۱۹۱۱ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا . . . حضرت میر صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ، استاذ الجامعہ، قاضی سلسلہ۔ ناظر اصلاح و ارشاد، ناظر المال، ناظر ضیافت ممبر صدر انجمن احمدیہ، صدر مجلس ارشاد، افسر جلسہ سالانہ کے جلیل القدر عہدوں پر متمکن رہے اور جس محکمہ میں آپ کا تقرر ہوا آپ نے اس میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی انتظامی صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ آپ سخت محنتی اور انتھک انسان تھے۔ جن لوگوں نے قادیان دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت میر صاحب جن دنوں دارالانوار میں رہتے تھے۔ گرمیوں، سردیوں میں جامعہ احمدیہ جو قادیان کے ایک طرف تھا پیدل جاتے تھے۔ آپ وقت کی بہت پابندی فرماتے۔"

حضرت میر صاحب خود ایک قادر الکلام مقرر تھے۔ وہ مدمقابل کو اس طرح گھیرتے تھے جس طرح شکاری شکار کو گھیرتا ہے . . .

مدرسہ احمدیہ کے ایک استاد بیان کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ جو قوم سٹیج پر قابض ہو جاتی ہے وہ دنیا میں غلبہ پاتی ہے۔"

"آپ کا لباس بہت سادہ تھا۔ شلوار، قمیض، گرمیوں میں زین کا کوٹ اور سردیوں میں میں نے اپنی ہوش میں صرف ایک بار کوٹ بدلا ہوا دیکھا۔ سر پر ٹوپی ہوتی اور پاؤں میں گرگابی . . . بچپن میں آپ کا جسم دبلا پتلا تھا۔ آخر میں آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا۔ چہرہ بہت بارعب تھا۔ آنکھوں

کے بوٹے بھاری تھے۔ آپ کی چال میں بہت وقار ہوتا۔ میں نے ایک موقعہ پر دیکھا ایک دم بادل اٹھا اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ بارش میں یوں چلے آرہے ہیں جیسے کوہ وقار۔ آپ فرمایا کرتے تھے جب بیت کی طرف آؤ تو سکینت اور وقار سے آؤ۔"

"حضرت میر صاحب صرف تقریر میں ہی کمال نہ رکھتے تھے آپ کا طرز تحریر اتنا موثر۔ محتاط اور دلنشیں تھا کہ پڑھنے والا عش عش کر اٹھتا۔ آپ نے بعض اہم موضوعات پر قریباً بیس کتب تصنیف فرمائیں۔"

دارالانوار میں ایک روز دو ناظر اپنے اپنے باغوں کے درختوں کا ذکر کر رہے تھے۔ کسی نے اپنے باغ کے آموں کا ذکر کیا اور کسی نے امرود کے درختوں کے لگانے کا ذکر کیا۔ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ عین اسوقت دارالشیوخ کے چند یتیم و مسکین بچے جن میں بعض نابینا بھی تھے سامنے سڑک سے گزرے۔ حضرت میر صاحب نے ان بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے تو یہ پودے لگائے ہیں۔ خدا ان کو سرسبز و شاداب رکھے اور پروان چڑھائے۔ نجانے اب ان دونوں ناظروں کے باغوں میں جو پودے انہوں نے لگائے تھے وہ محفوظ بھی ہیں یا نہیں لیکن جو پودے حضرت میر صاحب نے لگائے وہ پھل پھول رہے ہیں۔

حضرت میر صاحب نے سترہ مارچ ۱۹۴۴ء کو رحلت فرمائی۔ اخبار الفضل نے آپ کی وفات کی خبر ان الفاظ میں دی :-

قادیان ۱۷ مارچ۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وہ نہایت ہی قیمتی اور گراں مایہ وجود نہ صرف بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس خاندان سے نہایت ہی قریبی تعلق رکھنے کی وجہ سے اپنی خاندانی اور ذاتی اعلیٰ صفات کے لحاظ سے ایک خاص وجود تھا جو دینی علوم و معارف کا بحر بیکراں تھا جو احمدیہ اخلاق اور تہذیب کا اعلیٰ نمونہ تھا جو ہر مصیبت زدہ کا مددگار اور ہر محتاج کا دستگیر تھا جو یتیموں کا ملجاء اور بیوادں کا ماوی تھا جس کا دست سخا نہایت وسیع تھا جس نے ساری عمر متوکلانہ زندگی لبسر کی۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین اور خدمت خلق اللہ کے لئے وقف تھا جو احمدیت کا ایک درخشندہ اور ضوافشاں ستارہ تھا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جسکی خوبیوں کا شمار ہم سے ممکن نہیں۔ یعنی حضرت میر محمد اسحٰق۔ انہیں آج بروز جمعہ یکایک خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔"

(الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۴ء)

قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر نے آپ کی وفات پر فرمایا :-

"میر محمد اسحٰق صاحب خدمات سلسلہ کے لحاظ سے غیر معمولی وجود تھے۔ درحقیقت میرے بعد

علمی لحاظ سے جماعت کا فکر اگر کسی کو تھا تو اُن کو ... ایسے شخص کی وفات پر طبعاً لوگوں میں یہ احساس پیدا ہوتا کہ اب ہم کیا کریں گے لیکن اگر ہماری جماعت کا ہر شخص ویسا ہی بننے کی کوشش کرتا تو آج یہ احساس نہ پیدا ہوتا کہ اب ہم کیا کریں گے ... احباب کی اس غلطی کی وجہ سے کہ ہر ایک نے وقت پر اپنے آپ کو سلسلہ کا واحد نمائندہ تصور نہ کیا اور اس کے لئے کوشش نہ کی۔ آج میر صاحب کی وفات ایسا بڑا نقصان ہے کہ نظر آرہا ہے اس نقصان کو پورا کرنا آسان نہیں۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانہ میں مولوی عبدالکریم صاحب اس طرز کے آدمی تھے۔ ان کے بعد حافظ روشن علی صاحب تھے اور تیسرے اس رنگ میں میر صاحب رنگین تھے۔"

(اخبار الفضل یکم اپریل ۱۹۴۴ء)

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری

حضرت مولانا حسن علی صاحب ولد محمد علی صاحب (ولادت ۲۲ اکتوبر ۱۸۵۲ء بمقام بھاگلپوری۔ وفات ۱۸۹۶ء) بہت ذہین تھے آپ نے عربی فارسی اور اردو سیکھی۔ بوجہ مذہبی رجحان ایف اے سے تعلیم ترک کردی اور مذہبی تحقیقات میں سرگرداں رہے۔ پھر پٹنہ میں نارمل سکول کے ہیڈ ماسٹر متعین رہے۔ آپ کو ہندی اور بنگلہ زبانوں میں بھی مہارت حاصل تھی۔ کچھ عرصہ بہار بندھو وغیرہ اخبارات کے ایڈیٹر رہے۔ آپ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔

ایک درویش صفت بزرگ سے مذاکرات سے آپ کے قلبِ صافی نے جلا پایا اور دینِ حق پر پوری طرح عامل ہو گئے۔ آپ رفاہِ عام کے کاموں میں شرکت کرتے تھے پٹنہ کے رفاہ عام سے متعلق ہر جلسہ میں آپ کی تقریر ہوتی تھی۔ آپ نے ہدایت خداوندی کی تعمیل میں مدرسہ کی ہیڈ ماسٹری اور دیگر دنیوی مشاغل ۱۸۸۶ء میں ترک کرائے۔ تا بقیہ عمر دینِ حق کا وعظ کریں۔ آپ کو "شمس الواعظین" کا لقب عطا ہوا۔ سات سال تک ہندوستان کے طول و عرض میں وعظ کا سلسلہ جاری رکھا۔ کئی سو ہنود نے آپ کے دستِ مبارک پر دینِ حق قبول کیا۔ ۱۸۹۲ء میں بمقام لاہور آپ کی ملاقات علامہ دہر حضرت حکیم نورالدین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے ہوئی جن کی گفتگو سے وہ بہت متاثر ہوئے بعدہٗ ۲ جنوری ۱۸۹۴ء کو حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب آف مدراس کے ہمراہ قادیان تشریف لے گئے جہاں اوّلین ملاقات میں ہی وہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہزار جان سے عاشق ہو گئے اور ۱۱ جنوری ۱۸۹۴ء میں آپ نے بیعت کرلی "انجام آتھم" میں تین سو تیرہ رفقاء میں آپ کا نام مرقوم ہے۔ آپ ۴۳½ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ وفات کے قریب آپ نے ایک کتاب "تائیدِ حق" تالیف کی تھی جو کئی بار طبع ہوئی۔

تحریکِ جدید کا اجراء —— ارشاداتِ حضرت فضلِ عمر

جماعت کی تاریخ میں ۱۹۳۴ء کو ایک خاص عظمت و اہمیت حاصل ہے۔ جماعت کی ہر میدان میں نمایاں کامیابیاں اور فتوحات مخالفین کیلئے ایسی بات نہ تھی جسے وہ بخوشی برداشت کر لیتے۔ چنانچہ اس سال دبی دبی مخالفت ایک تند و تیز طوفان کی شکل اختیار کر گئی۔ مخالفوں کی ہر طرح کی ایذا رسانیوں اور دھمکیوں کے ساتھ اسوقت کی انگریز حکومت کے بعض ذمہ دار افسران بھی معاندانہ کارروائیوں میں شامل ہو گئے۔ ہماری جماعت کے فتح نصیب رہنما قدرتِ ثانیہ کے مظہر دوم حضرت سیدنا بشیرالدین محمود احمد نے مخالفوں کی گالیوں، دھمکیوں قتل و غارت کے مقابلہ میں کوئی گالی نہ دی کسی غصہ کا اظہار نہ فرمایا کسی دنیوی مقابلہ کا چیلنج نہ دیا بلکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

جماعت کو نفس کشی۔ مجاہدات اور قربانیوں کے لئے بلاتے ہوئے جماعت کے سامنے نہایت دور رس نتائج کا حامل، انقلابی پروگرام پیش فرمایا جو عام طور پر تحریکِ جدید کے نام سے معروف ہے۔ بانیٔ تحریک مؤیّد من اللہ حضرت سیدنا محمود تحریک جدید کا پسِ منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ تحریک ایسی تکلیف کے وقت میں شروع کی گئی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی ساری طاقتیں جماعت احمدیہ کو مٹانے کے لئے جمع ہو گئی ہیں۔ ایک طرف (مخالفوں) نے اعلان کر دیا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کو مٹانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ اس وقت تک سانس نہ لیں گے جب تک اسے مٹا نہ لیں۔ دوسری طرف جو لوگ ہم سے ملنے جلنے والے تھے اور بظاہر ہم سے محبت کا اظہار کرتے تھے انہوں نے پوشیدہ بغض نکالنے کے لئے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سینکڑوں اور ہزاروں روپے سے ان کی امداد کرنی شروع کر دی تھی اور تیسری طرف سارے ہندوستان نے ان کی پیٹھ ٹھونکی۔۔۔ یہاں تک کہ۔۔۔۔ اس سے متأثر ہو کر گورنمنٹ انگریزی نے بھی ہمارے خلاف ہتھیار اٹھا لئے اور یہاں کئی بڑے بڑے افسر بھیج کر۔۔۔۔ ہمارے خلاف جلسہ کرایا گیا۔"

الفضل (۲۴-۱۲-۴۷)

"گورنمنٹ انگریزی نے جو ہماری ہتک کی۔۔۔ (اوروں) نے جو اذیت پہنچائی اس کا یہ فائدہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ہمارے دلوں میں درد

کی کیفیت پیدا کردی اور وہی بات ہوئی جو مولینا رومؒ نے فرمائی ہے۔

بر بلا کیں قوم را حق دادہ اند

زیرِ آں گنجِ کرم بنہادہ اند

یعنی ہر بلا جو دیم، پر آتی ہے اس کے نیچے خدا کی رحمتوں اور فضلوں کا ایک خزانہ مخفی ہوتا ہے۔ پس یہ بھی اس کے کرم کا ایک خزانہ تھا جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیا کہ جماعت کو بیدار کر دیا اور جو لوگ سست اور غافل تھے ان کو بھی چوکنا کر دیا۔ پس یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو دنیوی نگاہ میں مصیبت تھا مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک رحمت تھا اور میں نے نہیں چاہا کہ اس سے صرف موجودہ نسل ہی حصہ لے۔ بلکہ یہ چاہا ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اس سے حصہ پائیں اور میں نے اس سکیم کو ایسا رنگ دیا ہے کہ آئندہ نسلیں بھی ۔ ۔ ۔ اعلیٰ طریق پر جو خدا کے بندے اختیار کرتے آئے ہیں اسے یاد رکھ سکیں اور اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔"

(الفضل ۷-۱۲-۱۳۴۳)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کے ہاتھوں دینی خدمات کے بے مثال کارنامے ظاہر ہوئے۔ تحریکِ جدید کو ان کارناموں میں نمایاں مقام حاصل ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

"غرض تحریکِ جدید کے پیش کرنے کے موقع کا انتخاب ایسا اعلیٰ تھا جس سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ انتخاب نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زندگی میں جو خاص کامیابیاں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک اہم کامیابی تحریک جدید کو عین وقت پر پیش کر کے مجھے حاصل ہوئی اور یقیناً میں سمجھتا ہوں جس وقت میں نے یہ تحریک کی وہ میری زندگی کے خاص مواقع میں سے ایک موقع تھا اور میری زندگی کی ان بہترین گھڑیوں میں سے ایک گھڑی تھی جبکہ مجھے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھنے کی توفیق ملی۔ اس وقت جماعت کے دل ایسے تھے جیسے چلتے گھوڑے کو جب روکا جائے تو اس کی کیفیت ہوتی ہے۔"

(الفضل ۳۶-۲-۸)

تحریکِ جدید کی سکیم پیش کرنے سے قبل حضور نے جماعت کو قربانیوں کے لئے تیار رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

سات یا آٹھ دن تک اگر خدا تعالیٰ نے مجھے زندگی اور توفیق بخشی تو میں ایک نہایت اہم اعلان جماعت کے لئے کرنا چاہتا ہوں ۔ ۔ ۔ اس اعلان کی ضرورت اور اس کی وجوہ بھی میں اسی وقت بیان کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں آپ لوگوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ احمدی کہلاتے ہیں۔ آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی چنیدہ جماعت ہیں ۔ ۔ ۔ اور آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ (آپ کی) قربانیوں کے بدلے اللہ تعالیٰ سے آپ لوگوں نے جنت کا سودا کر لیا ہے۔

یہ دعویٰ آپ لوگوں نے میرے ہاتھ پر دہرایا بلکہ آپ میں سے ہزاروں انسانوں نے اس عہد کی

ابتدا میرے ہاتھ پر کی ہے کیونکہ وہ میری زمانہ میں احمدی ہوئے ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہاری بیویاں تمہارے عزیز و اقارب تمہارے اموال اور تمہاری جائیدادیں تمہیں خدا تعالیٰ اور اسکے رسول سے زیادہ پیارے ہیں تو تمہارے ایمان کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ ایک معمولی اعلان نہیں بلکہ اعلانِ جنگ ہوگا۔ ہر اس انسان کے لئے جو اپنے ایمان میں ذرہ بھر بھی کمزوری رکھتا ہے یہ اعلانِ جنگ ہوگا۔ ہر اس شخص کیلئے جسکے دل میں نفاق کی کوئی بھی رگ باقی ہے لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے تمام افراد سوائے چند لوگوں کے سب سچے مومن ہیں اور اس دعویٰ پر قائم ہیں جو انہوں نے بیعت کے وقت کیا تھا اور اس دعویٰ کے مطابق جس قربانی کا بھی ان سے مطالبہ کیا جائیگا اسے پورا کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہیں گے۔" الفضل ۲۳ اپریل ۱۹۴۴ء

آنے والی عظیم تحریک کیلئے تیاری کا ایک مرحلہ یہ بھی تھا کہ حضور نے احباب جماعت کو اپنا ماحول پاک و صاف رکھنے کی تلقین فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں :۔

کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ ماحول ٹھیک ہو۔ اگر گرد و پیش کے حالات موافق نہ ہوں تو کامیابی نہیں ہو سکتی اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت لوگ نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ان کے اندر نیکی کرنے کا مادہ بھی موجود ہوتا ہے اور جذبہ بھی مگر وہ ایسا ماحول نہیں پیدا کر سکتے جس کے ماتحت صحیح قربانی کر سکیں۔ پس ماحول کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ ... میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ نیکیوں سے اس لئے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ ماحول نہیں پیدا کر سکتے۔

یاد رکھو کہ یہ ماحول اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ نہ ہوں۔ مرد اپنی جانوں پر پانچ دس فیصدی خرچ کرتے ہیں۔ ... اور باقی نوے پچانوے فیصد عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے۔ ... ان حالات میں ... اگر قربانی کرنا بھی چاہیں تو کیا کر سکتے ہیں۔ جب عورتیں اور بچے ساتھ نہ دیں اور جب تک وہ یہ نہ کہیں کہ ہم ایسا ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ مرد قربانی کر سکیں۔ ... مالی قربانی کی طرح جانی قربانی کا بھی یہی حال ہے۔ جسم کو تکلیف پہنچانا کس طرح ہو سکتا ہے جب تک اس کیلئے عادت نہ ڈالی جائے جو مائیں اپنے بچوں کو وقت پر نہیں جگاتیں۔ وقت پر پڑھنے کیلئے نہیں بھیجتیں ان کے کھانے پینے میں ایسی احتیاط نہیں کرتیں کہ وہ آرام طلب اور عیاش نہ ہو جائیں وہ قربانی کیا کر سکتے ہیں۔ عادتیں جو بچپن میں پیدا ہو جائیں وہ نہیں چھوٹتیں ... پس جانی قربانی بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ متحد نہ ہوں جب تک مائیں متحد نہیں ہوں گی تو وہ روز ایسے کام کریں گی جن سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ (الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۴۴ء)

ذہنی تیاری کیساتھ ساتھ عملی تیاری کیخاطر حضور نے جماعت سے پر زور مطالبہ کیا کہ وہ باہم متحد و یک جان ہو جائیں۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"ہر وہ شخص جسکی کسی سے لڑائی ہو چکی ہے ہر وہ شخص جسکی کسی سے بول چال بند ہے وہ جائے اور اپنے بھائی سے معافی مانگ کر صلح کرے اور اگر کوئی معاف نہیں کرتا تو اس سے لجاجت اور انکسار کیساتھ معافی طلب کرے اور ہر قسم کا تذلل اسکے آگے اختیار کرے ... اور ایسا ہو کہ جس وقت میں دوسرا اعلان کرنے کے لئے کھڑا ہوں اس وقت کوئی دو احمدی ایسے نہ ہوں جنکی آپس میں بول چال بند ہو۔ پس جاؤ اور اپنے دلوں کو صاف کر دو جاؤ اور اپنے بھائیوں سے معافی طلب کر کے متحد ہو جاؤ۔ اور ہر تفرقہ اور شقاق کو اپنے اندر سے دور کر دو۔ تب خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہاری

مدد کے لئے اتریں گے۔ آسمانی فوجیں تمہارے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نازل ہوں گی اور تمہارا دشمن خدا کا دشمن سمجھا جائے گا۔"

اس کے علاوہ آپ نے محنتی بے لوث مخلص پڑھے لکھے نوجوانوں کو جو دین کی خاطر خطرات میں کودنے اور جان قربان کرنے کا صدمہ رکھتے ہوں اپنی زندگیاں خدمت کے لئے پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔ تیسرا امر جس کی آپ نے تحریک فرمائی وہ یہ تھا کہ ہر احمدی اپنے چندوں کے بقایاجات ادا کر کے اپنا حساب صاف کرے۔

"تحریکِ جدید" خدا تعالیٰ کی خاص حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے۔ سیدنا حضرت فضلِ عمر فرماتے ہیں۔

"تحریکِ جدید ایک ہنگامی چیز کے طور پر میرے ذہن میں آئی تھی اور جب میں نے اس تحریک کا اعلان کیا اس وقت خود مجھے بھی اس تحریک کی کئی حکمتوں کا علم نہیں تھا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک نیت اور ارادہ کے ساتھ میں نے یہ سکیم جماعت کے سامنے پیش کی تھی کیونکہ واقعہ یہ تھا کہ جماعت کی ... شدید ہتک کی گئی تھی اور سلسلہ کا وقار خطرے میں پڑ گیا تھا۔ پس میں نے چاہا کہ جماعت کو اس خطرے سے بچاؤں مگر بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی رحمت انسانی قلب پر تصرف کرتی ہے اور روح القدس اس کے تمام ارادوں اور کاموں پر حاوی ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں میری زندگی میں بھی یہ ایسا واقعہ تھا جبکہ روح القدس میرے دل پر اترا اور وہ میرے دماغ پر ایسا حاوی ہو گیا کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا اس نے مجھے ڈھانک لیا ہے اور ایک نئی سکیم۔ ایک دنیا میں تغیر پیدا کر دینے والی سکیم میرے دل پر نازل کر دی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میری تحریکِ جدید کے اعلان سے پہلے کی زندگی اور بعد کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے ....

تب میں سمجھا کہ یہ (تحریکِ جدید کا پس منظر۔ ناقل) خدا تعالیٰ کی خاص حکمت نے کھڑا کیا تھا تا وہ ہماری نظروں کو اس عظیم الشان مقصد کی طرف پھرا دے جس کے لئے اس نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو بھیجا۔ پس پہلے میں صرف ان باتوں پر ایمان رکھتا تھا مگر اب میں صرف ایمان ہی نہیں رکھتا بلکہ میں تمام باتوں کو دیکھ رہا ہوں ۔.... ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے۔"

الفضل ۳۹-۴-۷

یہ تحریک بھی جو القاء الٰہی کے نتیجہ میں تھی پہلے مخفی تھی۔ مگر جب اس پر غور کیا گیا تو یہ اس قدر تفصیلات کی جامع نکلی کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانہ کے لئے اس میں اتنا مواد جمع کر دیا ہے کہ اصولی طور پر اس میں وہ تمام باتیں آگئی ہیں جو کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔

الفضل ۱۹۶۱-۲-۲۶

حضور نے ابتداً اس سکیم کو تین سال کے لئے پیش فرمایا تھا مگر خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں حکمتوں کے اظہار اور اس کے فوائد و نتائج کو دیکھتے ہوئے اسے مستقل

شکل دے دی گئی۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"ایک عظیم الشان کام ہمارے سپرد کیا گیا تھا۔ لیکن ہم ابھی تک اس محل کی بنیادوں کے خاتمہ اور ڈیوڑھی تک بھی نہیں پہنچے جس کی تعمیر اور جس کی آبادی ہمارے ذمہ فرض تھی۔ . . . اللہ تعالیٰ کے فضل ہمیں کبھی کبھی جگاتے اور ہوشیار کرتے ہیں۔ . . . اللہ تعالیٰ کے ایک فضل نے مجھ سے تحریکِ جدید کو جاری کرایا جس کی غرض بھی ہمیں ہوشیار کرنا تھا۔ تحریک کے اصل معنی حرکت دینے کے ہیں اور اس نام سے میری مراد یہی تھی کہ جماعت کو بیدار کیا جائے۔ یہ نہیں کہ جماعت کو کوئی نئی چیز دی جائے۔ علم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے۔ کسی ماں نے اب ایسا بچہ نہیں جنا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم میں ایک شوشہ کا بھی اضافہ کر سکے یا اس میں کمی کر سکے . . . . . تحریکِ جدید بھی . . . ایک تشریح ہے کوئی نئی چیز نہیں۔ عربی میں حرک کے معنی ہیں ہلانا اور اسی لحاظ سے اس کو تحریکِ جدید کہا گیا تھا کہ یہ جماعت کو بیدار کرنے اور جگانے کیلئے تھی۔ . . . . میں نے پہلے اعلان میں کہا تھا کہ یہ ابتداً تین سال کے لئے ہے مگر وصالِ الٰہی۔ استحکامِ دین اور اس کی اشاعت کا کام تین سال سے نہیں بلکہ عمروں سے تعلق رکھتا ہے اور کوئی شخص جس دن اس کام کو ختم سمجھے وہی اس کی تباہی کا دن ہے۔" (الفضل ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

تحریکِ جدید کی رُوح کو سمجھتے ہوئے اس کے تمام مطالبات پر کما حقہٗ عمل کرنے کو ایک نئی اور ہمیشہ کی زندگی کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا :۔

"میں جماعت کے تمام دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ تحریکِ جدید کی ہر قسم کی قربانیوں میں حصہ لیں اور جو وعدے انہوں نے کئے ہوئے ہیں انہیں پورا کریں اور سمجھ لیں کہ یہ ایک موت ہے جس کا ان سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں ہم نے سینما نہیں دیکھا ہم مر گئے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں ہم ہمیشہ ایک کھانا کھاتے ہیں۔ ہم تو مر گئے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں تو ہمیشہ سادہ رہنا پڑتا ہے ہم تو مر گئے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں تو رات دن چندے دینے پڑتے ہیں ہم تو مر گئے۔ مَیں کہتا ہوں۔ ابھی تم زندہ ہو۔ مَیں تو تم سے حقیقی موت کا مطالبہ کرتا ہوں کیونکہ خدا یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے تو پھر مَیں تمہیں زندہ کروں گا۔ پس یہ موت وہی ہے جس کا میں مطالبہ کرتا ہوں اور یہ موت ہی ہے جس کی طرف خدا اور اس کا رسول تمہیں بلاتا ہے اور یاد رکھو کہ جب تم مر جاؤ گے تو اس کے بعد خدا تمہیں زندہ کریگا۔ پس تم مجھے یہ کہہ کر مت ڈراؤ کہ ان مطالبات پر عمل کرنا موت ہے۔ مَیں کہتا ہوں یہ موت کیا اس سے بڑھ کر موت تم پر آنی چاہیئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل احیاء تمہیں حاصل ہو۔ پس اگر یہ موت ہے تو خوشی کی موت ہے۔ اگر یہ موت ہے تو رحمت کی موت ہے۔ اور بہت ہی مبارک وہ شخص ہے جو موت کے اس دروازہ سے گزرتا ہے کیونکہ وہی ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے زندہ کیا جائے گا۔

برّ اعظم افریقہ میں جماعتِ احمدیہ کی خدمات

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔ ؎

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

نیز آپ نے اپنے متبعین کے لئے ایک شرط یہ قرار دی کہ :۔

"ہر وہ شخص جو آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہو وہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔"

پس جماعت احمدیہ ابتداء سے ہی خدا تعالیٰ کے فضل سے حتی المقدور مخلوقِ خدا کی خدمت اور خیر خواہی کے لئے کوشاں ہے اس کا ہر فرد انفرادی رنگ میں اور اجتماعی رنگ میں بنی نوع انسان کی ہمدردی فلاح و بہبود اور بہتری کیلئے بلا کسی امتیاز اور جانبداری کے مصروف کار ہے

جماعت احمدیہ کا خدمتِ خلق اور ہمدردیٔ خلق اللہ کے کام کا دائرہ عمل یوں تو دُنیا کے قریبًا سب ممالک تک پھیلا ہُوا ہے۔ مگر ان خدمات کے واضح اور نمایاں اثرات برّاعظم افریقہ میں نظر آرہے ہیں جہاں ایسی اقوام آباد ہیں جن کو دُنیا نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ ان سے شرف انسانیت بھی چھین لیا گیا تھا۔ حضرت بلال رضؓ کی اس قوم کو استعماری طاقتوں نے جس رنگ میں لُوٹا اور توسیع سلطنت کے لئے جو ہتھکنڈے استعمال کئے اس کا خلاصہ مشرقی افریقہ کے ایک افریقی سیاستدان نے ایک مرتبہ ان الفاظ میں بیان کیا :۔

"یورپ کے سفید فام باشندے جب افریقہ میں وارد ہوئے تو ان کے ہاتھوں میں کتاب اور صلیب تھی اور ہمارے ہاتھوں میں زمین۔ اب کتاب اور صلیب تو ہمارے ہاتھ میں ہے لیکن ہماری زمینیں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔"

یورپین اقوام نے ان ممالک کو زیر اثر رکھنے کے لئے فروغِ عیسائیت کو نسخۂ کیمیاء کے طور پر استعمال کیا۔ چنانچہ تاجروں اور سپاہیوں کے ساتھ عیسائی منادوں کے جیش بھی ساحلِ افریقہ پر اترنے شروع ہوئے خوف، لالچ۔ احساسِ کمتری۔ دنیاوی ترقی کی آرزو اور نہ جانے کتنی قسم کے محرکات نے اس یورپی کلچر کو دینِ مسیح کے نام پر ترقی دی مگر عملاً ان کو محکوم و مظلوم رکھا ان کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور عیسائیت کو غالب کرنے کے لئے منصوبے مکمل کر لئے۔ برّاعظم افریقہ کے ممالک میں یہ وہ حالات تھے جن میں اس محروم اور دنیا کی ٹھکرائی ہوئی قوم کی مدد اور خدمت کے لئے جماعت احمدیہ کے مجاہدین وہاں پہنچے اور انہیں پیار اور محبت کا پیغام دیا ان کی پسماندگی اور پستی دور کرنے کے لئے جماعتِ احمدیہ نے مختلف ذرائع استعمال کئے چنانچہ مختلف ممالک میں انہیں علم کی دولت سے مالا مال کرنے کیلئے تعلیمی درسگاہوں کا انتظام کیا۔ پھر دکھوں اور بیماریوں میں مبتلا لوگوں کے لئے اور ان کی جسمانی صحت برقرار

ر کھنے کے لئے ہسپتالوں کا پروگرام بنایا۔

چنانچہ افریقن اقوام کی روحانی اور جسمانی اصلاح اور ان کی معاشرتی اور تمدنی بہبود کے لئے جو کام جماعت احمدیہ کے زیرِ اہتمام ہو رہا ہے اس کی ابتدا حضرت مرزا البشیر الدین محمود احمد کے ذریعہ ہو چکی تھی جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں "اسیروں کا رستگار" قرار دیا تھا۔

آپ نے نہایت ہی نامساعد حالات اور وسائل کی قلت کے باوجود براعظم افریقہ میں اپنے جانباز سپاہی بھیج کر مشنوں کی ابتدا کر دی جو لوگوں کی خدمت اور دینِ حق کی دفاعی جنگ میں مشغول ہو گئے۔

آپ کے مبارک عہد میں ہی مغربی افریقہ کے ممالک۔ نائجیریا۔ غانا۔ سیرالیون۔ گیمبیا اور لائبیریا میں مضبوط مشن جاری ہو چکے تھے۔ مشرقی افریقہ میں کینیا۔ یوگنڈا اور تنزانیہ وغیرہ میں مجاہدین بھجوائے گئے جنہوں نے تعلیم و تربیت کے میدان میں لوگوں کی خدمات کا آغاز کر دیا۔

تعلیمی خدمات

تعلیم کے میدان میں سب سے پہلے باوجود وسائل کی کمی کے نائجیریا میں ۱۹۲۰ء میں ایک سکول جاری کیا گیا جس میں افریقن بچوں خصوصاً مسلمان بچوں کے لئے تعلیم کے میدان میں خدمت مقصود تھی کیونکہ جو سکولز یوربین اقوام نے جاری کئے تھے ان میں عیسائیت کی تعلیم عملاً لازمی تھی۔ لہٰذا جو بچہ ان کے سکول میں داخل ہوتا اسے اصطباغ دے کر عیسائی بنا لیا جاتا اور اس کا نام بدل کر عیسائی نام رکھ دیا جاتا اس کے گلے میں صلیب لٹکا دی جاتی غرضیکہ عیسائی منادوں نے حکومت کی سرپرستی میں دل کھول کر تبلیغ کی اور عیسائیت کے سلئے ایوانِ شاہی اور آغوشِ مکتب دونوں کا سہارا لے کر پھیلنے لگے۔ جو سکول بظاہر غیر جانبدار یعنی حکومت کے سکول تھے ان میں بھی تمام اساتذہ عیسائی ہوتے لہٰذا مسلمان اپنے بچوں کو ان سکولز میں بھیجنے سے ڈرتے کہ کہیں ان کے بچوں کو اسلام سے برگشتہ کر کے عیسائی نہ بنا لیا جائے۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کو دہرا نقصان ہوا۔ ایک تو ان کے جو بچے عیسائی سکولز میں گئے وہ عیسائی ہو گئے۔ دوسرے جو ان سکولز میں داخل نہ ہو سکے وہ دنیاوی تعلیم سے بے بہرہ رہنے کی وجہ سے محکوم و مظلوم حالت میں رہ گئے

چنانچہ جماعت کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ اس میدان میں آئے اور عیسائیت کا چیلنج قبول کرتے ہوئے تعلیم کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مدد کرے۔ لہٰذا عام پبلک کے لئے عموماً اور مسلمان بچوں کے لئے خصوصاً جماعت احمدیہ کے مشنوں نے مدارس قائم کرنے شروع کر دیئے۔

اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے نائجیریا (لیگوس) میں جماعت احمدیہ کی طرف سے قائم ہونے

والے پہلے سکول کی مستقل عمارت کے افتتاح کے موقع پر ایک نائجیرین دوست (Harry ۔۔ Carr) نے Muslim Education in Nigeria کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

انگریز کی آمد سے قبل نائجیریا میں تعلیم قرآن مجید اور عربی کی تدریس تک محدود تھی۔ قرآن مجید کی سورتیں حفظ کروا دی جاتی تھیں۔ لکڑی کی تختیوں پر آیات لکھ دی جاتی تھیں جب بچے یاد کر لیتے تو معلم دوسری سورت لکھ دیتا (یہ طریق اب تک گھریلو سکولز میں جاری ہے)

جدید مغربی تعلیم کے آغاز کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ۱۸۶۰ء میں اس کی ابتداء عیسائی مشنریوں نے کی اور لمبے عرصے تک تعلیم پر ان کی اجارہ داری رہی۔ ۱۸۸۲ء میں حکومت نے مشنری سکولوں کی امداد کے لئے رقوم مختص کیں۔ ان دنوں میں سکول جانے والے طلبہ کی بھاری اکثریت عیسائی طلباء پر مشتمل تھی۔ معمولی مقدار میں مسلمان اور پیگن والدین کے بچے بھی تھے۔ حکومت نے مسلمانوں کو ترغیب دینے کی کوشش کی مگر خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ سالہا سال تعلیمی نمائشوں کا اہتمام بھی کیا گیا۔ لیکن مسلمانوں نے توجہ نہ کی ۱۸۸۰ء میں بورڈ آف ایجوکیشن کی ایک خاص کمیٹی کو بھی اس صورتِ حال کے اسباب معلوم کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل اسباب بیان کئے

(۱) والدین کی غربت۔ (۲) سماجی اور مذہبی تعصبات (۳) مغربی تعلیم پر بچوں کو والدین کا باغی بنانے کی ذمہ داری کا تصور (۴) مشنری سکولوں میں مغربی کلچر اپنانے پر زور (جسے والدین شکوک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے)

کمیٹی کی اس رپورٹ کے بعد حکومت نے مسلمانوں کو اپنے سکول جاری کرنے کی ترغیب دی دوسری طرف عیسائی مشنری سوسائٹیوں کو اپنے سکولوں کے نصاب میں مسلمان بچوں کے لئے قرآن اور عربی تعلیم کا اہتمام کرنے کی ہدایت کی انہیں کہا گیا کہ مسلمان علماء کو اس خدمت کے لئے تحریک کی جائے۔ تیسری طرف قرآنی سکولوں کے چلانے والوں کو کہا گیا کہ وہ اپنے سکولز کے نصاب تدریس میں وسعت پیدا کریں۔ جس پر مشنری سوسائٹیوں نے معذوری ظاہر کی دوسری طرف مسلمان علماء نے بھی توجہ نہ کی چنانچہ ۱۸۶۶ء میں حکومت نے مسلمانوں کے لئے الگ گورنمنٹ مسلم سکول جاری کیا لیکن مسلمان اسے بھی جاری نہ رکھ سکے۔ حکومت کو مجبوراً بعد ازاں اس سکول کے دروازے دوسرے مذاہب کے طلباء کے لئے بھی کھولنے پڑے۔ اس مسلم سکول کو گورنمنٹ سکول میں تبدیل کرنے سے قبل مختلف مقامات میں زعماء کو ترغیب دی کہ وہ بچوں کے لئے اپنے سکول جاری کریں لیکن انہوں نے توجہ نہ دی۔ بے حسی اور غفلت کے اس سکوت کو جماعتِ احمدیہ نے

۱۹۲۱ء میں توڑا۔ اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ کی رہنمائی میں جدید طرز کا پہلا احمدیہ سکول لیگوس میں جاری ہوا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل مقرر نے کہا:۔

جماعت احمدیہ کو یہ کریڈٹ حاصل ہے کہ لیگس میں صحیح اور مناسب طریق پر ایک سکول قائم کرنے کے لئے قربانی پیش کرنے میں انہیں اولیت حاصل ہے۔ غرض کہ نائجیریا۔ غانا اور سیرالیون میں اس قسم کے حالات میں احمدیہ مشنوں نے طلباء کی تعلیم کی طرف توجہ دی اور جماعت احمدیہ کے جذبۂ خدمت سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے بھی اپنے آپ کو منظم کیا اور احمدیہ مشن نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور ہر لحاظ سے ان کی مدد کی چنانچہ افریقہ میں مسلمانوں کی مذہبی اور تعلیمی میدان میں بیداری کی ایک رَو چل نکلی ہے اور آج نائجیریا۔ غانا سیرالیون اور دیگر ممالک میں سینکڑوں مسلم سکولز چل رہے ہیں۔ مگر اس تمام بیداری کا سہرا جماعت احمدیہ کے سر ہے کیونکہ بےعلمی اور غفلت کی گہری نیند سے بیدار کرنے والی پہلی ندا احمدی مربّیوں نے بلند کی۔

۱۹۵۵ء میں جب حکومت نائجیریا نے کونسل آف سکول پروپرائٹرز کو بیس سکول دیئے تو ان میں سے آٹھ سکول احمدیہ مشن کو دیئے گئے۔ احمدیت کی برکت سے آج نائجیریا میں مسلمانوں کی معاشی سیاسی اور زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہو چکا ہے رومن کیتھولک کے اخبار کیتھولک ہیرلڈ نے اپنی ۱۹ اگست ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"آج سے تیس سال قبل سب سے زیادہ پس ماندہ قوم تھے۔ لیکن جب سے احمدیہ جماعت نے اپنے ترقیاتی پروگرام کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا ہے مسلمانوں میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔"

غرض کہ جماعت احمدیہ نے تعلیم کے میدان میں نائجیریا کی گراں قدر خدمات سرانجام دینے کا پروگرام بنایا اور متعدد سکولز جاری کئے۔ بینوا سٹیٹ کے ڈپٹی گورنر نے احمدیہ سکولز کی کارکردگی سے متاثر ہو کر اپنی اسٹیٹ میں پانچ سکولز کھولنے کا مطالبہ کیا جس کا ذکر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ان الفاظ میں فرمایا:۔

"اب جب پچھلے سال میں دورہ پر گیا تو ایک ریاست کے گورنر کا خط مجھے سفر کے دوران ملا۔ اس نے لکھا کہ ہماری ریاست میں یا عیسائی ہیں یا بت پرست اور یا مسلمان ہیں۔ عیسائی ان بت پرستوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو یہ عیسائی اکثریت کا صوبہ بن جائیگا۔ اس گورنر نے کہا کہ صرف ایک آپ کی جماعت ایسی ہے جو اس صوبہ کو عیسائی صوبہ بننے سے روک سکتی ہے اور صرف جماعتِ احمدیہ ہے جو عیسائیوں کا مقابلہ کر سکتی ہے اگر آپ نہیں چاہتے

کہ یہ عیسائی بن جائیں تو فوری طور پر پانچ سکول یہاں کھول دیں ۔

حضور نے فرمایا۔ "کہ یہ تبدیلی کسی طاقت کے ذریعہ ممکن نہیں ہے یہ صرف پیار سے حاصل ہوتی ہے کہ جہاں کے لوگ ہمارے وجود برداشت نہیں کرتے تھے وہ ہمیں خود دعوت دے رہے ہیں کہ آکر سکول اور ہسپتال کھولو۔"

الفضل ۱۲؍اپریل ۱۹۸۱ء

ایک دفعہ صدر نائیجیریا نے جماعت کے اس جذبۂ خدمت سے متأثر ہو کر کہا ۔

"یہ امر میرے لئے باعث سکون ہے کہ جماعتِ احمدیہ ... (دینِ حق) سکولوں ہسپتالوں کے قیام کے میدان میں بدستور بڑے ثبات کے ساتھ ترقی پذیر ہے۔ اس جہت میں جماعت کی مساعی انتہائی قابلِ تعریف ہے اور دوسری تمام رضا کارانہ طور پر کام کرنے والی تنظیموں کے لئے باعث تقلید ہے جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے کہ اس کے تعلیمی اداروں سے ایسے بہترین مرد و زن نکلے ہیں جو ملک کی ترقی کے لئے غیر معمولی خدمات بجا لا رہے ہیں ۔

الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۸۱ء

ہمارے سکولز کے جاری ہونے کے کچھ عرصہ بعد نائیجیریا حکومت نے سب پرائیویٹ سکولوں کو قومی ملکیت میں لینے کا فیصلہ کیا پھر کیا ہوا اس کی تفصیل حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی زبانی سنیں فرمایا۔

"نائیجیریا میں بعض ایسی جگہیں بھی تھیں جہاں احمدیوں کو برداشت بھی نہیں کرتے تھے وہاں پر ایک بھی پرائمری سکول نہیں تھا ہم نے وہاں کئی سکول کھولے اس کے بعد حکومت نے ان سکولوں کو قومی ملکیت میں لینے کا اعلان کیا اور کہا کہ قومی ملکیت میں لئے جانے والے سکولوں کے مالکان کو معاوضہ دیا جائے گا۔ حضور نے فرمایا کہ "میں نے اپنے آدمیوں کو کہا کہ حکومت کو کہہ دیں کہ ہم نیشنلائزیشن کو خوش آمدید کہتے ہیں لیکن ہم کوئی معاوضہ نہیں لیں گے ہم نے یہ سکول آپ کی خدمت کیلئے کھولے تھے۔ اب یہ سکول آپ کے ہیں۔" الفضل ۱۷؍اپریل ۱۹۸۱ء

چنانچہ حکومت نائیجیریا نے جماعت احمدیہ کی اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے اسے ایک قابلِ تقلید نمونہ قرار دیا ۔

ایک اخبار "New Nigerian" نے ۳ فروری ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں لکھا ۔

"احمدیہ مشن نائیجیریا نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے سکولوں کا جنکو حکومت اپنی تحویل میں لے رہی ہے معاوضہ نہیں لیگا تاکہ حکومت معاوضہ کی اس رقم کو فلاح و بہبود کے دیگر کاموں میں خرچ کر سکے۔" الفضل ۲۸-۴-۷۷

غانا بھی نائیجیریا سے مختلف نہیں تھا جہاں بھی احمدیہ مشن کے قیام سے قبل ایک بھی مسلم سکول نہیں تھا ۱۹۲۲ء میں حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب نے پہلا احمدیہ سکول سالٹ پانڈ میں جاری کیا پھر جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ تعلیمی ترقی کے زیادہ مواقع پیدا ہونے لگے۔ آج غانا میں نہایت مضبوط اور فعال جماعت قائم ہے جو پاکستان کے بعد سب سے بڑی بیرونی جماعت شمار ہوتی ہے احمدیہ مشن کی زیر نگرانی متعدد سکولز کام کر رہے ہیں۔ ایک ہائر سیکنڈری

سکول بھی ہے۔

جماعت کی اس تعلیمی خدمات کو ہر طبقہ کی طرف سے خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ چنانچہ

جامعہ ازہر کے ترجمان مجلۃ الازہر" نے جولائی ۱۹۵۸ء کے شمارہ میں لکھا۔ . . . "

"جماعت احمدیہ کی سرگرمیاں تمام امور میں انتہائی کامیاب ہیں اور ان کے مدارس بھی کامیابی سے چل رہے ہیں اور باوجودیکہ ان مدارس کے تمام طلبہ ان کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے۔

(۲) انگلستان کے اخبار مانچسٹر گارڈین میں یونیورسٹی کالج غانا کے ایک استاد جے۔ اے پرائس۔ (M. J. A. Price) اپنے مقالے میں جماعت احمدیہ کی تربیتی، تعلیمی کاوشوں کا جائزہ ان الفاظ میں پیش کیا۔

. . .

جماعت احمدیہ بھی ہے جو اپنی اسلامی کے لحاظ سے مشہور رہی ہے۔ ان کا مرکز پاکستان میں ہے . . . . یہ جماعت جلدی جلدی بڑھ رہی ہے اور عیسائی اور مشرکین اس میں بسرعت داخل ہو رہے ہیں۔ گولڈ کوسٹ (غانا) میں یہ تعداد نمایاں ہے ۱۹۳۱ء میں اس جماعت کی تعداد ۳۱۱۰ تھی اس کے مقابل پر ۱۹۴۸ء میں یہ تعداد ۲۲۵۷۲ تک پہنچ گئی۔ اس قسم کی ترقی سارے مغربی افریقہ کی برطانوی مقبوضات میں نظر آرہی ہے۔ ان کے کامیاب مشن چلائے جا رہے ہیں جن میں سیکنڈری سکول کی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں اور اس کامیابی کا سہرا جماعت احمدیہ کے سر ہے جس کی تربیتی سرگرمیاں پورے جوش و خروش سے جاری ہیں اور ان میں جماعت کا سماجی ترقیاتی پروگرام بھی زیرِ عمل ہے۔

ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء

سیرالیون میں احمدیہ مشن کے قیام سے قبل مسلمانوں کی تعلیمی حالت نائیجیریا اور غانا سے مختلف نہیں تھی یہاں بھی مسلمان کس مپرسی کی حالت میں تھے ان کی ملکی معاملات میں کوئی آواز نہیں تھی کیونکہ تعلیم کا تمام تر نظام عیسائی اداروں کے ہاتھ میں تھا۔ چنانچہ یہاں بھی خدا تعالیٰ نے سیرالیون میں پہلے مجاہد الحاج نذیر احمد صاحب علی مرحوم کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ سیرالیون کے شمالی علاقہ میں روکوپہ کے مقام پر ۱۹۳۷ء میں پہلا احمدیہ سکول جاری کریں اور اس طرح سیرالیون کے عوام کی تعلیم کے میدان میں خدمات کا آغاز کریں۔

اب خدا تعالیٰ کے فضل سے سیرالیون میں ۸۰ کے قریب پرائمری اور بیس سے زائد ہائر سیکنڈری سکولز نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ جن میں ملک کے طول و عرض سے بلا تفریق مذہب و ملت ہزاروں کی تعداد میں طلباء و طالبات استفادہ کر رہے ہیں۔ تعلیم کے میدان میں ان گراں قدر خدمات کی بنا پر سیرالیون مشن ملک کے انشورنس

اور حکام اور عوام کی نگاہ میں بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور انہیں خدمات کی وجہ سے اپریل ۱۹۶۱ء میں اس ملک کی آزادی کے موقع پر حکومت سیرالیون نے آزادی کی تقریبات میں شرکت کے لئے محترم جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب کو پاکستان سے جماعت احمدیہ کے مخصوص نمائندہ کے طور پر مدعو کیا اور آپ نے وہاں پہنچ کر ان کی تقریبات میں خصوصی مہمان کے طور پر شرکت کی۔

۱۹۶۰ء میں جب پاکستان کا ایک سفارتی وفد خیرسگالی کے دورہ پر سیرالیون پہنچا تو وفد کے اعزاز میں سیرالیون مسلم کانگریس نے ایک خاص تقریب منعقد کی جس میں اس وقت کی حکومت کے نائب وزیر اعظم آنریبل مصطفیٰ سنوسی نے تقریر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی گراں قدر تعلیمی خدمات کو بہت سراہا اور پاکستان سے تعلیم کے میدان میں مزید مدد کی اپیل کی۔

تذکرہ افریقہ بریگیڈیئر گل محمد صـ ۱۳۶

سیرالیون میں تعلیم کے میدان میں جماعتِ احمدیہ کی خدمات کا اعتراف کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے جن کا تذکرہ اس وقت کرنے کی گنجائش نہیں تاہم چند ایک کا ذکر ضروری ہے۔

حکومتِ سیرالیون کے وزیر رسل و رسائل آنریبل کانڈے بورے نے دسمبر ۱۹۶۱ء میں جماعت احمدیہ کی سالانہ کانفرنس کے موقع پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا

"ایک بہت ہی معین عرصہ میں جماعت احمدیہ نے بڑے کارنامے کر دکھائے ہیں تعلیم کے لحاظ سے بہت سے پرائمری سکولوں کے علاوہ سیکنڈری سکول بھی قائم ہیں اور لوگوں کی خدمت کے لئے احمدی ڈاکٹر تشریف لا رہے ہیں اور لوگوں کی روحانی اصلاح کے لئے مربیان ملک کے تقریباً ہر حصہ میں موجود ہیں۔"

الفضل ۸ فروری ۱۹۶۲ء

اس موقع پر فری ٹاؤن کے میئر
Aldaman A Rahman.
نے کہا:

"احمدیہ جماعت بنی نوع انسان کی ہر ممکن خدمت کر رہی ہے۔"

دینِ حق کی خدمت کے لئے واقعی ایسی منظم جماعت درکار تھی سو خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو دینِ حق کی خدمت کے لئے کھڑا کر دیا۔ ملک کی خدمت کے لئے جماعت نے نہایت ہی اہم اور دور رس پروگرام شروع کئے ہوئے ہیں۔ پرائمری سکولز جن میں عربی اور انگریزی دونوں زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے، کے علاوہ سیکنڈری سکول کی عمارت جماعت احمدیہ کی ہمت اور استقلال کی آئینہ دار ہے۔ سب سے زیادہ قابلِ قدر کام جو جماعت احمدیہ اس ملک میں کر رہی ہے وہ سکولوں کو ایک خاص معیار پر چلانے کا ہے۔ کیونکہ تعلیم

کے بغیر کوئی ملک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ علم ایک طاقت ہے اور یہ طاقت جس ملک کے پاس نہیں وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ لہذا تعلیم کے میدان میں جماعت احمدیہ جو کوشش کر رہی ہے ان کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔"

الفضل ۱۸ فروری ۱۹۶۲ء

سیرالیون کے پہلے وزیر اعظم سر ملٹن مارگائی (Sir Milton Margai) نے مشن کے نام ایک پیغام میں کہا:۔

(ترجمہ) "میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ کا مشن سیرالیون کے لوگوں کی روحانی، تعلیمی اور سوشل زندگی میں گوناں دلچسپی لے رہا ہے۔ میری طرف سے آپ سب کے لئے نیک تمنائیں ہیں۔ میں آپ کے جملہ پروگراموں میں کامیابی چاہتا ہوں۔"

اسی طرح سیرالیون کے پریذیڈنٹ ڈاکٹر سائیکا سٹیونس نے ایک بار کہا:۔

"میں سب سے پہلے جماعت احمدیہ کا جو یہ کام تعلیم کے میدان میں کر رہی ہے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اس جماعت نے تعلیم کے ساتھ ساتھ طبی میدان میں بھی ہماری مدد کرنی شروع کر دی ہے۔ میں ان تمام گرانقدر خدمات کے لئے جماعت کا شکر ادا کرتا ہوں"

وزیر معدنیات و زراعت حکومت سیرالیون نے احمدی مربیوں کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا:۔

"یہ وہ نوجوان ہیں جنہوں نے اس خطہ سیرالیون میں دینِ حق کے نور کی شعاعیں پھیلا کر ہمیں جگا دیا ہے۔ یہ لوگ تقریباً عرصہ بیس سال کے مصائب و مشکلات برداشت کرتے ہوئے اس ملک کی دینی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنانے میں مشغول ہیں۔ پھر یہ امر بھی قابل قدر وستائش ہے کہ ان نوجوان مشنریوں کی انتھک خدمات صرف [illegible] سے ہی نہیں بلکہ یہ لوگ ہر ایک کا بھلا چاہتے ہیں وہ خدمتِ خلق کا جذبہ انکے ہر کام اور سکیم میں نمایاں نظر آتا ہے تعلیمی لحاظ سے اس ملک کے سینکڑوں بچے ان کے سکولوں میں پڑھ کر اور ان کے زیر تربیت رہ کر بہترین شہری بن چکے ہیں اور ملک کے ہر شعبہ اور محکمہ میں پائے جاتے ہیں۔"

سیرالیون کے ایک ممتاز مسلم لیڈر مسلم کانگریس کے صدر اور ملک کے سابق نائب وزیر اعظم اور وزیر مملکت الحاج مصطفیٰ سنوسی جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے لئے ۱۹۸۰ء میں سیرالیون سے تشریف لائے جلسہ کے موقع پر جو آپ نے تقریر کی اس میں جماعت احمدیہ کی سیرالیون میں خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔

"میں ہمیشہ سے ہی احمدیت کا مداح اور خیر خواہ رہا ہوں۔ بعض لوگ میری عقیدت اور

محبت کو پسند نہیں کرتے۔ میں انہیں بتاتا ہوں کہ احمدیت ایک سچائی ہے۔ اور سچائی کے لئے دن رات بے لوث خدمت کر رہی ہے بارہ سیکنڈری سکول (جواب بیس سے زائد ہو چکے ہیں) اور پچاس پرائمری سکول (جن کی تعداد اب اسّی تک پہنچ چکی ہے) چلانا کوئی معمولی بات نہیں یہ کام صرف اخلاص۔ جذبہ اور نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ ہو کر ہی انجام دیئے جا سکتے ہیں میڈیکل کے میدان میں جماعت احمدیہ کی خدمات آب زر سے لکھی جانی چاہئیں۔ ہم جو آج ہونے کا دعویٰ لئے پھرتے ہیں اس میں اوّلیت کا سہرا احمدی مربیوں کے سر ہے۔ احمدی مربیوں نے دن رات اس ملک کی خدمت کر کے لاج رکھ لی ہے۔"

الفضل ۱۹ اپریل ۱۹۸۰ء

نائیجیریا۔ غانا اور سیرالیون کے بعد لائبیریا۔ گیمبیا اور آئیوری کوسٹ میں بھی مشن جاری ہوئے۔

اور ان ممالک میں بھی تربیتی پروگرام کے ساتھ ساتھ تعلیمی ضروریات کی طرف بھی توجہ کی گئی۔ چنانچہ ہر سہ ممالک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے سکولز قائم ہو چکے ہیں جو ملک کی تعلیمی میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ہمارے سکولز کے دروازے ہر فرقہ و مذہب کے لوگوں کے لئے کھلے ہیں جہاں وہ آزادی سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور علم کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔

لائبیریا کے اخبار SCOPE نے اپنی ۱۷ اپریل ۱۹۸۱ء کی اشاعت میں لکھا۔

احمدیہ مشن اس ملک میں ۱۹۵۶ء میں قائم ہوا تھا اور اب یہ سارے ملک میں پھیل گیا ہے۔ مشن نے پرائمری تعلیم کے علاوہ ایک ہائی سکول بھی لونگ کاؤنٹی میں کھول رکھا ہے۔ جس میں عربی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

احمدیہ مشن عنقریب دکھی لوگوں کے لئے ایک کلینک قائم کر رہا ہے جس میں مریضوں کے داخلے کا بھی انتظام ہوگا بالخصوص غریب طبقہ جو پرائیویٹ ہسپتالوں کے بڑے بڑے بل ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے لئے احمدیہ ہسپتال ایک نعمت ہوگا۔

پھر لائبیریا کے وزیر تعلیم نے بھی احمدیہ مشن کی علم کے میدان میں لائبیرین لوگوں کی شاندار خدمات کو سراہا۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کے جرأت مندانہ جہاد کی تعریف کی جو اس نے لائبیریا سے جہالت دور کرنے کے لئے جاری کر رکھا ہے۔ ان خدمات کو انہوں نے لائبیرین لوگوں میں احمدیہ مشن کی دلچسپی کا ایک منہ بولتا ثبوت قرار دیا۔

لائبیرین سٹار ۲۷/۹ ۸

لائبیریا کے صدر نے بھی ۲۶ جنوری ۱۹۸۲ء کو احمدیہ وفد سے ملاقات کے دوران اس خواہش کا اظہار کیا کہ احمدیہ مشن خدمتِ دین اور خدمت عوام کو حسب معمول جاری رکھے۔

الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۸۲ء

گیمبیا کے وزیر تعلیم نے جماعت احمدیہ کے باتھرسٹ BATHURST میں سکول کے افتتاح کے موقع پر کہا:۔

"جماعت احمدیہ نے جس رنگ میں حکومت کے سماجی، طبی اور تعلیمی پروگراموں میں مدد کی ہے اس کے وہ بے حد مشکور ہیں انہوں نے مزید کہا کہ اگرچہ وہ احمدی نہیں مگر انہیں یہ اعتراف ہے کہ جس طریق سے یہ عالمگیر جماعت احمدیہ بین الاقوامی طور پر خصوصاً افریقن ممالک میں سوشل خدمات سرانجام دے رہی ہے وہ ایک قابلِ تعریف کام ہے اور ان خدمات میں جماعت احمدیہ کی مخلصانہ کوششوں میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔"

جہاں تک مشرقی افریقہ کے ممالک کا تعلق ہے وہاں بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ یوگنڈا اور تنزانیہ میں مدارس قائم کرکے ملک و قوم کی تعلیمی میدان میں خدمات بجالا رہی ہے۔

غرض کہ خدا تعالےٰ نے جماعت احمدیہ کے تعلیمی اداروں میں غیر معمولی برکت کے سامان پیدا فرمائے ہیں اور یہ ان ممالک میں روشنی کا مینار ثابت ہو رہے ہیں اور ان سے لوگ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر آج اپنے اپنے ملکوں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں اور خدمات بجالا رہے ہیں۔

اس وقت مغربی اور مشرقی افریقہ کے ممالک میں سکولز کی کل تعداد حسب ذیل ہے۔

نائیجیریا میں ۱۱ سکول کھولے گئے تھے جن میں سے ۶ حکومت نے لے لئے ہیں اور ۵ مشن کے زیر انتظام چل رہے ہیں۔

غانا میں ۷ سیکنڈری سکول۔ ایک ٹیچرز ٹریننگ کالج اور پرائمری سکول ہیں۔

سیرالیون میں ۲۱ سیکنڈری سکول ۸۰ پرائمری سکول ہیں۔

لائبیریا میں ۱ سیکنڈری سکول ہے۔

گیمبیا میں ۳ سیکنڈری سکول ہیں

آیوری کوسٹ میں ایک سکول

یوگنڈا میں۔ ایک سیکنڈری سکول۔ تنزانیہ میں ایک سیکنڈری سکول۔ زائر میں ایک سیکنڈری سکول

طبی خدمات:

تعلیمی میدان کے علاوہ طبی میدان میں بھی جماعت احمدیہ براعظم افریقہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے گراں قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ خدمت خلق میں ہسپتالوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ حضرت فضلِ عمرؓ کے بارہ میں خدائی پیشگوئی میں فرمایا گیا تھا کہ "وہ اپنے مسیحی نفس سے بہتوں کو بیماریوں سے شفا دے گا۔" ابتداء سے ہی جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ انہیں روحانی علاج کے ساتھ ساتھ لوگوں کی جسمانی بیماریوں کا فکر بھی کرنا چاہیئے۔

حضور نے مختلف اوقات میں مختلف عملی قدم بھی اس سلسلہ میں اٹھائے۔ چنانچہ بیرونی مشنوں میں سے براعظم افریقہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہاں تعلیمی ادارہ جات کے ساتھ ساتھ غریب اور بے کس عوام کی طبی خدمات کے لئے ڈسپنسریاں اور ہسپتال جاری کئے جن میں میڈیکل مشنریز یعنی اعلیٰ تعلیم یافتہ ڈاکٹرز مقرر کئے گئے جو جسمانی شفا کے ساتھ ساتھ روحانی صحت کا بھی خیال رکھتے۔

نائجیریا وہ خوش قسمت ملک ہے جہاں حضرت فضل عمر کے زمانہ میں دو ہسپتال قائم ہوئے ایک لیگوس میں ۱۹۶۱ء میں جہاں مکرم کرنل ڈاکٹر محمد یوسف صاحب انتھک محنت خلوص اور محبت کے ساتھ آٹھ سال تک مخلوق خدا کی خدمت پہ کمربستہ رہے۔ افسوس کہ اس مرد مجاہد کا ۵ اپریل کو وہیں انتقال ہوگیا۔ پھر دوسرا ہسپتال کانو شمالی نائجیریا میں محترم ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے قائم کیا جو اپنی ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے اب ایک مثالی ہسپتال بن چکا ہے۔ یہ مرد مجاہد بھی قریباً بیس سال تک افریقن قوم کی طبی میدان میں خدمات بجا لاتے ہوئے ۱۱ جولائی ۱۹۸۱ء کو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان ہر دو مجاہدین کی خدمات کو قبول فرمائے۔

سیرالیون میں بھی اس کام کی ابتدا حضرت فضل عمر کے زمانہ میں ہی ہو چکی تھی۔ محترم ڈاکٹر شاہ نواز صاحب اور مکرم ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ورک کو یہ موقع ملا۔ مگر یہ کام زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔

طبی خدمات کا جو کام حضرت فضل عمر کے زمانہ میں شروع ہوا تھا اس میں حیرت انگیز توسیع اور ترقی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے عہد مبارک میں ہوئی۔ گویا خدمت اور محبت کا سرچشمہ پہلے دریا بنا اور پھر سمندر کی شکل اختیار کر گیا۔

۱۹۷۰ء میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے مغربی افریقہ کے ممالک۔ نائجیریا۔ غانا۔ آئیوری کوسٹ۔ لائبیریا گیمبیا اور سیرالیون کا دورہ فرمایا تو حضور نے تمام مشنوں کے حالات کا از خود مطالعہ فرمایا اور فوری ضروریات کا براہِ راست نفسِ نفیس جائزہ لیا اور ان ممالک میں اصلاح و ارشاد۔ تعلیم و تربیت اور خدمتِ خلق کے منصوبوں پر مشتمل ایک عظیم الشان جامع سکیم مرتب فرمائی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں جو زبردست تحریک اس سلسلہ میں پیدا کی اس کا ذکر حضور خود یوں فرماتے ہیں۔

"گیمبیا میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے بڑی شدت سے میرے دل میں یہ ڈالا کہ تم کم از کم ایک لاکھ پونڈ ان ممالک میں خرچ کرو۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ بہت برکت ڈالے گا۔" الفضل ۲ جون ۱۹۷۰ء

اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضور نے نصرت جہاں ریزرو فنڈ کا اجراء فرمایا۔ چنانچہ افریقہ کے دورہ سے لندن تشریف لانے پر وہاں

بیت فضل میں خطبہ جمعہ میں اس سکیم کا اعلان فرمایا اور جماعت کو اس کی ذمہ داریوں اور دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

مجھے یہ فکر نہیں کہ یہ رقم کہاں سے آئے گی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ خرچ کیا جائے تو ضرور دے گا۔ یہ رقم ملے گی۔ مجھے کوئی فکر نہیں مزید برآں مجھے کام کرنے کے لئے فوری طور پر تیس ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور اساتذہ اس کے علاوہ ہیں یہ بھی مجھے فکر نہیں کہ رضا کار واقف ملیں گے یا نہیں ملیں گے یہ تو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ یہاں کام کیا جائے۔ جس چیز کی مجھے فکر ہے اور آپ کو بھی ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ محض خدا کے حضور مالی قربانی پیش کر دینا کوئی چیز نہیں جب تک وہ مقبول نہ ہو۔ اس واسطے آپ بھی دعا کریں اور میں بھی دعا کروں گا کہ یہ سعی مشکور ہو۔ خدا تعالیٰ اس حقیر سی قربانی کو قبول فرمائے۔

الفضل ۱۵ اپریل ۱۹۷۰ء

اس تحریک میں جس کا نام حضور نے "نصرت جہاں آگے بڑھو" سکیم رکھا۔ اس میں بنی نوع انسان کی ہمدردی اور محبت کا پیغام تھا

اس تاریخ ساز دورہ کے دوران حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نائیجیریا۔ غانا۔ اور سیرالیون اور گیمبیا میں پانچ سات سال کے اندر اندر چار چار ہسپتال یا کلینک بنا دیں گے اور اتنے ہی ہائر سیکنڈری سکول کھول دیں گے۔

الفضل ۷ ستمبر ۱۹۷۵ء

خدا تعالیٰ کے مامور کی اس پیاری جماعت کے امام نے ان سے ایک لاکھ پونڈ کا مطالبہ کیا مگر دنیا بھر کے احمدیوں نے دو لاکھ سے زائد پونڈ کی رقم اپنے پیارے امام کے قدموں میں رکھ دی کیونکہ اس جماعت نے قربانی کے میدان میں بس ایک ہی سبق سیکھا ہے۔

"جان ومال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں"

جماعت کے دوستوں نے کس اخلاص اور کس جذبہ سے نصرت جہاں سکیم کے لئے چندہ دیا اس کی ایک مثال سیدنا حضرت قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث نے ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

"میں نے اس ریزرو فنڈ کے وعدہ جات کے سلسلہ میں احباب جماعت کو ایک بار یاد دہانی کرائی تھی جس کے جواب میں ابھی چار پانچ دن ہوئے لندن سے ایک احمدی دوست کا خط آیا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ میں نے کچھ رقم اپنی شادی کے لئے جمع کی ہوئی ہے۔ اب آپ کا خط مجھے ملا ہے اور میں نے یہ رقم نصرت جہاں ریزرو فنڈ میں دے دی ہے اور اپنی شادی ملتوی کر دی ہے۔ پس اس قسم کی قربانیاں دینے والے لوگ

کے چندہ سے نصرت جہاں ریزرو فنڈ بنا۔"

الفضل ۱۱ستمبر ۱۹۷۵ء

جہاں تک ڈاکٹرز اور اساتذہ کے وقف کرنے

اور افریقن لوگوں کی طبی اور تعلیمی میدان میں خدمت کرنے کا تعلق تھا۔ انہوں نے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک خاصی تعداد ڈاکٹرز اور اساتذہ کی میدان جہاد میں کودنے کے لئے تیار ہو گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے نصرت جہاں سکیم کے پروگرام میں غیر معمولی کامیابی کے سامان پیدا فرما دیئے چنانچہ دو سال کے اندر اندر خدا تعالیٰ کی رحمت سے مغربی افریقہ کے ممالک۔ نائیجیریا۔ غانا۔ سیرالیون اور گیمبیا میں ۱۴ ہسپتال اور ۹ ہائی سیکنڈری سکولز قائم ہو گئے۔ یہ کامیابی ایسی تھی کہ اپنوں اور غیروں سب نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔

مجھے ذاتی طور پر اچھی طرح یاد ہے کہ جب سیرالیون میں گورنمنٹ لاج میں جہاں حضور اپنے ۱۹۷۰ء کے دورہ کے دوران رہائش پذیر تھے وہاں آخری پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ میں اللہ کی مدد سے ایک سال کے اندر اندر چار ڈاکٹرز اور بعض اساتذہ سیرالیون کے لوگوں کی طبی اور تعلیمی خدمات کے لئے بھجوا دوں گا۔ اس پر ایک اخباری نمائندہ نے بڑی حیرانگی کے عالم میں سوال کیا کہ آپ ایسے ماہر ڈاکٹرز اور کوالیفائیڈ اساتذہ لائیں گے کہاں سے۔ اس قسم کے اعلان تو کوئی حکومت بھی نہیں کرتی۔ اس کے جواب میں حضورؒ نے نہایت پر شوکت آواز میں فرمایا۔

مجھے تو کوئی فکر نہیں۔ میرے پاس ایسے ڈاکٹرز اور اساتذہ موجود ہیں جن کو میں آواز دوں گا تو وہ سب کچھ چھوڑ کر میری آواز پر لبیک کہتے ہوئے بھاگتے ہوئے آئیں گے اور کسی دنیاوی غرض کو سامنے نہیں لائیں گے اور ایک سال کے اندر اندر سیرالیون میں آپ کی خدمت شروع کر دیں گے۔"

اللہ اللہ! کیسا اعتماد تھا حضور کو خدا تعالیٰ پر اور پھر اس پیاری جماعت پر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خدا تعالیٰ کے پیارے بندے کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری ہوئی۔ سیرالیون میں ایک سال کے اندر اندر تین ہسپتال قائم ہو گئے۔ اور اگلے سال چوتھے ہسپتال نے بھی کام شروع کر دیا۔

سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خود فرماتے ہیں:

"نصرت جہاں کی سکیم ۱۹۷۰ء میں میں نے جاری کی تھی اور جلسہ سالانہ پر اس کا اعلان کیا تھا اس وقت اپنے حالات کو دیکھ کر جماعت کے حالات کو دیکھ کر یہ خیال تھا کہ سات سال میں یا بہت ہی جلدی کر سکے تو پانچ سال میں اپنا وعدہ پورا کر سکوں گا۔ میں نے دعائیں کیں۔ جماعت نے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے وہ منصوبہ جس کے متعلق ہمارے اندازے تھے کہ وہ سات سال میں مکمل ہو گا خدا تعالیٰ کے فضل سے ڈیڑھ دو سال میں وہ مکمل ہو

گیا۔ اور اس کا بڑا اثر ہوا۔

ایک امریکن مجھے غانا میں ملے وہ وہاں کے قبائلی (رسم و رواج) اور انکی روایات اور رہن سہن کے طریقوں پر P.H.D کے لئے اپنا مقالہ لکھ رہے تھے۔ وہ ڈیڑھ سال کے بعد یہاں آئے سیر کرنے پھر رہے تھے۔ یہاں بھی آگئے وہ کہنے لگے کہ میں صرف یہ دیکھنے کے لئے آیا ہوں کہ یہ جماعت کس چیز سے بنی ہوئی ہے مجھ سے تو بات نہیں کی لیکن بعض دوستوں سے انہوں نے کہا کہ اگر امریکہ یہ وعدہ کرتا تو ڈیڑھ دو سال میں وہ اپنا یہ وعدہ پورا نہ کر سکتا۔ لیکن جماعت احمدیہ نے اسے پورا کر دیا۔ بات یہ ہے کہ ہم اس مٹی سے بنے ہوئے ہیں جو دنیا کی نگاہ میں حقیر ہے لیکن خدا کے ہاتھ میں اس کا آلہ بن چکی ہے۔ خدا تعالیٰ فضل کرتا ہے اور کامیابیاں عطا کرتا ہے ورنہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا اور ہمارے مال کیا اور ہماری عقلیں اور فراست کیا۔ نتیجے اور تدابیر اور کوشش کا آپس میں کوئی مقابلہ نہیں ہے"۔

الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۷۵ء

خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے نصرت جہاں سکیم کو قبول فرمایا اور اسے برکتوں سے نوازتے ہوئے نصرت جہاں کے ڈاکٹروں کے ہاتھ میں شفا عطا فرمائی اور اس کا اس قدر تبصرہ مغربی افریقہ کے ممالک میں ہوا کہ وہاں لوگ کہنے لگے کہ شفا صرف احمدیہ ہسپتالوں سے مل سکتی ہے چنانچہ نہ صرف ہسپتالوں کے قرب و جوار اور ملک کے دیگر علاقوں سے لوگ ان ہسپتالوں میں کھنچے چلے آتے ہیں بلکہ احمدیہ ہسپتالوں کی شفا کی شہرت کا سن کر ہمسایہ ملکوں سے بھی مریض ان ہسپتالوں میں آرہے ہیں۔

آئیے اب ذرا افریقہ میں جماعت احمدیہ کی خدمات کو جس رنگ میں وہاں کے ذی اثر لوگوں۔ حکومت اور اخبارات نے خراج عقیدت پیش کیا ہے اس کا بھی ذرا تذکرہ کریں۔

سیرالیون کے مسلمانوں کی سب سے بڑی اور با اثر تنظیم مسلم کانگرس کے صدر اور ملک کے سابق نائب وزیر اعظم الحاج مصطفےٰ استوسی نے کہا۔

میڈیکل کے میدان میں جماعت احمدیہ کی خدمات آبِ زر سے لکھی جانی چاہئیں۔

الفضل ۱۹ اپریل ۱۹۸۰ء

الحاج مصطفےٰ استوسی نے ایک دفعہ کہا کہ ان کی ایک لڑکی سخت بیمار ہوگئی اور سیرالیون کے سب ڈاکٹرز نے اسے لاعلاج قرار دیدیا اور کہا کہ اسے اب علاج کے لئے یورپ لے جائیں جہاں اس کا کوئی علاج نہیں۔ لیکن وہ اس بچی کو احمدیہ ہسپتال رد کوپر لے گئے۔ وہاں اسوقت مکرم ڈاکٹر سردار محمد حسن صاحب تھے۔ انہوں نے بچی کا علاج شروع کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہی بچی جس کو سیرالیون کے سب ڈاکٹر لاعلاج قرار

دے چکے تھے ایک احمدی ڈاکٹر کے علاج سے تھوڑے سے ہی عرصہ میں صحت یاب ہو گئی۔

سیرالیون میں جورو کے مقام پر جون ۱۹۷۰ء میں کلینک جاری کیا گیا۔ مکرم ڈاکٹر محمد اسلم صاحب جہانگیری نے وہاں کام شروع کیا۔ اس کلینک کے افتتاح کے موقع پر شرقی صوبہ کے وزیر آنریبل ایف ایس انتھونی (M.F.S Anthony) نے اپنی تقریر میں کہا:۔

"یہ خدمات بجا لا کر جماعت احمدیہ نے ہمیں تاریکی سے باہر نکلنے میں مدد دی ہے۔ اور وہ فی الحقیقت ایک حیرت انگیز کام انجام دے رہے ہیں۔ ہم اس ملک کے لوگ بالعموم اور وہ جو اس علاقہ میں رہائش پذیر ہیں بالخصوص احمدیہ مشن کے انتہائی ممنون ہیں۔ آپ کی خدمات جو وقف کر رکھی ہیں ان کے نتائج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آپ لوگوں نے اپنا وطن چھوڑا، گھربار چھوڑا اور اپنی مستقل ملازمتیں اور کام کاج چھوڑا صرف اور صرف ایک ہی مقصد کی خاطر یعنی خدمت انسانیت اور ہمارے لوگ بھی اس مقصد کو اپنی زندگیوں کا مقصد بنا کر اس کی تکمیل کریں گے۔ خدا تعالیٰ آپ کی کوششوں کو نوازے۔" (نصرت جہاں ۵ سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ - کراچی)

باجے ہو کی کلینک کے افتتاح کے موقع پر جو جولائی ۱۹۷۰ء میں ہوا آنریبل سی۔ پی۔ فورے وزیر صحت سیرالیون نے کہا:۔

"ایک سکالر اور وزیر صحت کی حیثیت سے یہ امر میرے لئے ازحد خوشی کا موجب ہے کہ میں اس پر ممنونیت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جماعت احمدیہ نے اپنی بے لوث خدمت کے دائرہ کو صحت اور طب کے متعلق قومی پروگرام کے خاطر خواہ نفاذ تک ممتد کر دیا ہے۔ یہ ایک اور بیّن ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ جماعت دوسروں کے لئے خدمت کے جذبہ سے سرشار ہے۔ روحانی پاکیزگی اور اچھی صحت ہی ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل ہو سکتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے روحانی پیشوا کی راہنمائی میں اس مقصد کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔"

ڈیلی میل ۶ رجولائی ۱۹۷۱ء

الفضل ۱۸ر جنوری ۱۹۸۲ء

آنریبل ہنگامی مالنسرے ریذیڈنٹ منسٹر شمالی صوبہ نے روکوپر میں احمدیہ سیکنڈری سکول اور کلینک کے افتتاح کے موقع پر جماعتی خدمات کا ذکر کرنے کے بعد کہا:۔

"جماعت احمدیہ کی رفاہی سرگرمیوں اور خدمات کا جو خاکہ میں نے ابھی پیش کیا ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سیرالیون میں اس قدر مختصر عرصہ کے دوران احمدیہ مشن کی یہ کامیابی اس حقیقت کی آئینہ دار

ہے کہ دین حق کی فتح کا دن قریب ہے ۔

الفضل ۶ ہجرت ۱۳۵۱ ہش
۱۸ جنوری ۱۹۸۲ء

نائیجیریا میں جماعت احمدیہ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے نائیجیریا کے صدر شیخو شغاری نے ایک دفعہ کہا یہ امر میرے لئے باعث سکون ہے کہ جماعت احمدیہ سکولوں اور ہسپتالوں کے قیام میں بدستور بڑے عزم و ثبات کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اس جہت سے جماعت کی مساعی انتہائی قابل تعریف اور دوسری رضاکار تنظیموں کے لئے باعث تقلید ہیں جن پر جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے ۔

الفضل ۳ مارچ ۱۹۸۰ء

جون ۱۹۸۰ء میں اوسان کے عظیم الشان ہسپتال کے افتتاح کے موقع پر اوگن اسٹیٹ کے گورنر جناب سبی رونا بالجو نے اپنی حکومت اور عوام کی طرف سے جماعت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا :-

میں انتہائی خلوص کے ساتھ احمدیہ مشن نائیجیریا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ملکی ترقی میں ہمارے ساتھ ساتھ نہایت اعلیٰ کردار ادا کیا ہے ۔ . . . .
ہسپتال کی تعمیر کے بارہ میں جماعت احمدیہ کے کردار کو سراہتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ اعلیٰ روایات کی حامل ہے اور اس کے ہسپتال کی تعمیر جماعت کی اعلیٰ روایات کے عین مطابق ہے ۔

الفضل ۶ جولائی ۱۹۸۰ء

غانا میں کوکوفو کے مقام پر ہسپتال کے افتتاح پر اکتوبر ۱۹۷۰ء میں شاہ کوکوفو نے اعلان کیا ۔

" ہم جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا ناصر احمد کے از حد شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے وعدہ کے مطابق اس علاقہ میں کلینک قائم کر دیا اور اس کے لئے پاکستان سے ایک ماہر ڈاکٹر کو یہاں بھجوانے کا انتظام کیا ۔

الفضل ۶ مئی ۱۹۸۲ء
ہجرت ۱۳۵۱ ہش

جماعت احمدیہ کے رفاہی پروگرام سے متاثر ہو کر غانا کے صدر مملکت نے ایک دفعہ کہا ۔

بلا شبہ آپ کے مذہب نے جو دنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے اہل غانا کو فیض پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ غانا کی تعمیر و ترقی میں اسی طرح آئندہ بھی ہاتھ بٹاتے رہیں گے ۔ آپ کی جماعت اہل غانا کی جو خدمات بجا لا رہی ہے حکومت اس سے اچھی طرح باخبر ہے اور اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم آپ کے از حد ممنون ہیں کہ آپ نے اس حکومت کی تعمیر و ترقی میں شریک ہو کر اہم کردار ادا کرنا ضروری سمجھا ۔

گائیڈنس نومبر ۱۹۷۱ء

سویڈرو میں ہسپتال کے افتتاح کے موقعہ پر حکومت غانا کے نمائندہ جناب کمانڈر جے کے آمے ڈو سے نے کہا

میں گورنمنٹ کی طرف سے جماعت احمدیہ غانا

کی دور اندیشی عزم و ہمت اور کامیابی پر جو اس ہسپتال کی تعمیر سے ظاہر ہے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

الفضل ۲۵ احسان ۱۳۵۲ ہش

گیمبیا وہ خوش قسمت ملک ہے جہاں خدا تعالیٰ نے نصرت جہاں سکیم جاری کرنے کے لئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کو القا کیا۔ اب وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۵ ہسپتال اور ۳ ہائی سیکنڈری سکول جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام ملک و قوم کی خدمات بجا لا رہے ہیں۔

بانجل (Banjul) جو گیمبیا کا دارالخلافہ ہے اس کے نواح میں جماعت نے ایک عظیم الشان ہسپتال قائم کیا ہے جس کا افتتاح گیمبیا کے صدر جناب داؤدا جوارہ نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۲ء کو فرمایا اور اس تقریب میں گیمبیا کے وزراء اور غیر ملکی سفراء ملک میں دیگر شخصیات شریک ہوئیں۔ صدر مملکت نے جماعت کی ان خدمات کو سراہتے ہوئے اسے دوسروں کے لئے قابلِ تقلید قرار دیا

گیمبیا میں تپ دق کے خلاف جہاد کرنے والا کلینک اور ایک دانتوں کا کلینک بھی جاری کیا گیا۔ اس سنٹر کی مستقل عمارت کے لئے حکومت نے ایک عمدہ قطعہ زمین دیا جس پر عمارت کی بنیاد رکھنے کیلئے ملک کے قائم مقام صدر مسٹر حسن موسیٰ تشریف لائے۔ انہوں نے کہا۔

جماعت احمدیہ مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے اپنے مختصر قیام میں گیمبیا میں شاندار سوشل خدمات سرانجام دی ہیں

جماعت نہ صرف تعلیمی میدان میں سکولوں کے ذریعہ خدمتِ خلق کا کام جاری رکھے ہوئے ہے بلکہ ملک کے طبی اور سوشل پروگراموں میں بھی خاطر خواہ مدد کی ہے نیز توقع ہے کہ آنے والے وقتوں میں جماعت احمدیہ اور حکومتِ گیمبیا کے درمیان تعاون میں مزید اضافہ ہوگا۔

دی گیمبینس نیوز بلیٹن ۴ اکتوبر ۱۹۸۰ء

گیمبیا کے اخبار - THE GAMBIAN OUT LOOK) نے اپنی ۳۰ جولائی ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں لکھا۔

"احمدیہ جماعت نے پہلے ہی طب کے میدان میں قابلِ تعریف مساعی کی ہے۔ ڈاکٹرز اور دندان ساز اب ان مقامات پر ہمارے مریضوں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں جہاں اس سے قبل کوئی زیادہ سہولتیں مہیا نہیں رہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسی چیزوں کا ظہور اس تنظیم کے نیک ارادوں اور خواہشات کا ابھی محض آغاز ہے۔ خدا کرے کہ ان کی کوششیں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوں"

جماعت احمدیہ کی رفاہی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر گیمبیا کے وزیر صحت و تعلیم و سماجی بہبود الحاج گارہ یاجا لیمیا نے فرمایا۔

"میں اس امر کا اظہار کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ (حضور ایدہ اللہ) کی گیمبیا میں تشریف آوری ہمارے لئے بہت سود مند ثابت ہوئی۔ یہ آپ کی وہاں تشریف آوری ہی کا ایک ثمرہ ہے کہ ہم خدمت خلق کے میدان میں جماعت احمدیہ کی عظیم رفاہی سرگرمیوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔ نہ صرف ہیں بلکہ متعدد مقامات اور صدر مقام بانجول میں بھی احمدی ڈاکٹرز طبی خدمات بجا لانے میں مصروف ہیں۔۔۔۔

جماعت احمدیہ کی ان طبی خدمات پر حق سے غرباء (متوسط طبقے کے لوگ اور امراء سب مستفید ہو رہے ہیں۔ ہم ہمیشہ شکر گزار رہیں گے۔ ہزاروں پاؤنڈ کی رقوم جماعت احمدیہ کی طرف سے اس ملک میں خرچ کی جائیں گی اگر دیکھا جائے تو یہی حقیقی ... ہے جس کا عملی نمونہ آج جماعت احمدیہ پیش کر رہی ہے

الفضل ۳ ہجرت ۱۳۵۱ ہش

۱۷ جنوری ۱۹۸۲ء

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثانی پھر قدرت ثانیہ کے مظہرِ ثالث نے افریقن قوموں کے لئے جو خدمتِ خلق اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے اقدامات کئے ان کو مزید ترقی دینے اور اس کام میں وسعت پیدا کرنے کے لئے جنوری ۱۹۸۶ء کے شروع میں ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے مغربی اور مشرقی افریقہ کے مشنوں کا دورہ فرمایا اور وہاں ان ترقیاتی پروگراموں کا خود جائزہ لے کر بعض نہایت ہی اہم اور دور رس نتائج پر حامل پروگرام مرتب فرمائے اور جماعت کے احباب کو ان مظلوم اقوام کی خدمت کے لئے کمرِ ہمت کس لینے کی ہدایات جاری فرمائیں۔ چنانچہ حضور نے گیمبیا میں جہاں قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث پر خدا تعالیٰ نے نصرت جہاں سکیم کے بارہ میں القاء کیا تھا وہاں ہی حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ نے اعلان فرمایا۔

"میں تمام احمدیہ جماعتوں کو سردست یہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ کمر ہمت کس لیں اور ہر میدان میں افریقہ کی خدمت کی تیاری شروع کر دیں مثلاً امریکہ کی احمدیہ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن جلد از جلد اپنے نمائندے بھجوائے جو سارے افریقہ کے ممالک کا جہاں جہاں جماعت خدمت کی توفیق پا رہی ہے دورہ کریں۔ پھر اپنی رپورٹ اپنی مجلس میں رکھیں پھر مجھے سفارشات پیش کریں کہ افریقہ میں کام کے لئے یہ یہ تجاویز ہیں اور ان میں ہماری طرف سے یہ تعاون ہوگا۔ اس طرح انگلستان۔ یورپ اور دوسرے ممالک کی احمدیہ ڈاکٹرز ایسوسی ایشن بتائیں کہ وہ کیا خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں۔

حضور نے فرمایا ڈاکٹروں کی میں نے ایک مثال دی ہے۔ دنیا میں جس پیشے کے اور جس علم میں مہارت رکھنے والے احمدی موجود ہیں۔ ان سب کو فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے پیشے کے لحاظ سے افریقہ کی مظلوم

انسانیت کے لئے کتنا وقت خرچ کر سکتے ہیں اور کس قسم کی خدمات پیش کر سکتے ہیں یہ تحریک روپے پیسے کی دولت والی تحریک نہیں بلکہ انسانی قابلیت کی دولت رکھنے والی تحریک ہے پس ہر شخص کے مطابق اپنی قابلیتوں کو افریقہ کی خدمت کے لئے پیش کرنے کی تیاری کرے اور اپنے کوائف مجھے پیش کرے۔

خطبہ جمعہ ۲۲ جنوری ۱۹۸۸ء گیمبیا

پھر حضور نے آئیوری کوسٹ میں اپنے خطبہ جمعہ ۵ فروری ۱۹۸۸ء میں فرمایا۔

کہ افریقن ملکوں کے دورہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ افریقہ کو محض روحانی۔ مذہبی اور اخلاقی مدد کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قسم کی مدد کی ضرورت ہے اور خاص طور پر اقتصادی رہنمائی کی ... اس لئے ایک مذہبی سربراہ کی حیثیت سے میں احمدیوں کو کہتا ہوں کہ اس خطرے کے موقع پر ان ممالک کی مدد کے لئے تیار ہو جائیں۔ ... میں یہ بات غریبوں کی محبت رکھنے کی وجہ سے کہتا ہوں اس لئے ہر ممکن کوشش کریں کہ افریقن اقوام اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائیں۔ ان خطرات سے لوگوں کو بچائیں اور انہیں خطرات سے آگاہ کریں۔ احباب جماعت کو تحریک کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ہر علم کے ماہرین جو ان ملکوں کے اقتصادی حالات بدل سکتے ہیں مجھے لکھیں یا تو وہ اپنے خرچ پر ان کا دورہ کریں یا پھر وقت دیں تو جماعت ان کو خرچ دے گی۔ اور یہ لوگ اپنے پیسے سے نہیں بلکہ اپنے علم سے ان کی خدمت کریں گے۔ اور پھر واپس چلے جائیں گے۔

غانا میں حضور نے جماعت احمدیہ کی خدمات کی نوعیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

" افریقہ میں آنے والی دوسری قوموں کی طرح جماعت احمدیہ کے ساتھ تیر و تفنگ آئے نہ توپیں آئیں اور نہ ہی کوئی حکومت اسے اپنے سایہ تلے لے کر آئی بلکہ جماعت احمدیہ غریبوں کی جماعت بن کر یہاں آئی۔ وہ یہاں کے لوگوں کو روحانی دولت بخشتی رہی۔ اس نے ان لوگوں کو تعلیمی دولت بھی عطا کی اور ان کے جسموں کی صحت کے لئے بھی وہ کوشاں رہی لیکن اس کے بدلے میں اس نے ایک پیسہ بھی غانا سے لے کر باہر نہیں بھجوایا۔ جماعت احمدیہ کے ساتھ ان تاجروں کے گروہ نہیں آئے جو اس ملک کا سونا کوڑیوں کے مول لے کر اپنے ملک کی زینت بڑھاتے رہے بلکہ جماعت احمدیہ کی تاریخ ان سے بالکل مختلف نظارے پیش کرتی ہے۔

مغربی افریقہ کے ممالک کے بعد اگست نومبر ۱۹۸۸ء میں حضور نے مشرقی افریقہ کے ممالک کا دورہ فرمایا اور وہاں بھی ان ممالک کے لوگوں کی فلاح کے سلسلہ میں متعلق اہم اور فوری فیصلے جات فرمائے اور تعلیمی اور طبی میدان میں افریقن بھائیوں کی

ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جماعتی خدمات کی سکیم تیار کی اور مناسب ہدایات فرمائیں۔

چنانچہ یوگنڈا میں ایک انٹرویو لینے والی خاتون کے جواب میں فرمایا کہ

"میں تمام بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ میرا تعلق تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ہے جب سے میں یوگنڈا میں آیا ہوں اپنے آپ کو یوگنڈین سمجھتا ہوں حضور انور نے فرمایا کہ ہم یوگنڈا کی خدمت کا تہیہ کر چکے ہیں۔ ان کی ہر ممکن خدمت کریں گے ہم خدا کی مخلوق کی خدمت نہیں کر سکتے تو خدا کی محبت کے وعدے دار کیسے ہو سکتے ہیں۔ بطور مذہبی لیڈر میرا یہ فرض ہے کہ میں لوگوں کی جسمانی اور روحانی ضروریات کا خیال رکھوں اس بارہ میں تعلیمی طبی اور اقتصادی پروگرام تیار کیا جا رہا ہے۔

پھر تنزانیہ میں حضور نے اعلان فرمایا کہ

"جماعت احمدیہ تنزانیہ کے لئے بہت سے منصوبوں کی ضرورت ہے کثرت کے ساتھ سکول ہسپتال پھیلائے جائیں خواہ وہ چھوٹے چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں تفصیلی منصوبے بنائے جائیں۔

جہاں جہاں جماعت میں بیداری پیدا ہوتی ہے ان کا حق ہے انہیں خصوصیت کے ساتھ اس سکیم میں شامل کیا جائے۔

جہاں تک شفاخانوں کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں میرے ذہن میں دو پروگرام ہیں۔ اوّل یہ کہ جہاں تک ایسے قابل ڈاکٹروں کا تعلق ہے جو سرجری اپریشن کر سکتے ہیں تو ہمارے ذرائع محدود ہیں۔

اس لئے جب تک مزید لوگ آگے نہ آئیں۔ ہماری ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ پس سکیم یہ ہے کہ اگر کوئی ایسے نوجوان ہوں جو سائنس کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں تو ہم ایسے نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں مدد دیں گے۔ اس طرح افریقن احمدی تیار ہو جائیں گے۔ جو باہر جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اور واپس آکر اپنے ملک کی خدمت کریں۔ دوسری سکیم یہ ہے کہ یہاں طبیبوں کا جال پھیلا دیں۔ ہومیو علاج افریقہ کے ممالک میں معروف نہیں۔ افریقہ کی کوئی حکومت بھی ایسی نہیں جو اس علاج کو تسلیم کرتی ہو۔ اس طرح بعض قانونی دقتیں ہو سکتی ہیں لیکن (خدا نے چاہا تو) یہ بھی حل ہو جائیں گی ۔۔۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے یوگنڈا کی جماعت سے وعدہ کیا ہے کہ میں وہاں ہومیو پیتھک کے ایک سکول کا اجرا کروں گا اس لئے ایسے احمدی جو ہومیو پیتھک کی سند رکھتے ہوں وہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں اگر تین سال کے لئے وقف کریں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ صرف یوگنڈا میں ہی نہیں بلکہ تنزانیہ میں بھی ایک ہومیو پیتھک سکول کھولنے کا ارادہ ہے پس ایسے نوجوان جو بیکار رہیں وہ خدمت دیں بھی

کریں اپنی روزی بھی کمائیں اور ملک کی خدمت بھی کریں کیونکہ ملک کو اس کی ضرورت بھی ہے اور لوگوں کی اکثریت طبی امداد سے محروم ہے۔

اس سکیم میں (اللہ نے چاہا تو) بہت برکت ہو گی۔۔۔ عالمگیر جماعت احمدیہ فیصلہ کر چکی ہے کہ اپنے افریقن بھائیوں کی مدد کرے۔

ڈاکٹرز۔ اس وقت واقفین ڈاکٹرز کی تعداد پاکستان کے ۴۴۔ بھارت کے ۳۔ مارشیس کے ۲۔ نائجیریا کے ۲۔ غانا اور انگلینڈ کے ایک ایک ڈاکٹر وقف کر کے مغربی اور مشرقی افریقہ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

احمدیہ ہسپتالوں میں مفت علاج بھی کیا جاتا ہے۔ باقیوں سے ان کی توفیق کے مطابق فیس لی جاتی ہے جو فیس ہمیں ہمارے ہسپتالوں سے ملتی ہے ان میں سے ایک پیسہ بھی کسی افریقن ملک سے نہ باہر نکالا ہے اور نہ آئندہ نکالا جائے گا بلکہ کلیتہً اسی ملک کی خدمت پر استعمال کیا جاتا ہے اور کچھ حصہ سکولوں کو چلانے میں استعمال ہوتا ہے اور کچھ نئے ہسپتال بنانے یا ہسپتال کے معیار کو بلند کرنے پر خرچ ہوتا ہے۔ ہمارے ڈاکٹرز نامساعد حالات میں کام کرتے رہے۔ ڈاکٹرز نے لالٹینوں کی روشنی میں اندھیرے کمروں میں جہاں ٹڈیوں، مکھیوں، مچھروں کی بہتات تھی جہاں دیواروں کے ساتھ کائی لگی ہوئی تھی جہاں ایک ٹوٹا پھوٹا میز اپریشن کے لئے تھا۔ وہاں ڈاکٹرز نے اتنے بڑے بڑے اپریشن کئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور خدا کے فضل کا ثبوت یہ ہے کہ احمدی ڈاکٹروں کی شفا کا معیار دوسرے ہسپتالوں کے ڈاکٹروں کے مقابل پر غیر معمولی طور پر زیادہ ہے۔

لٹریچر براعظم افریقہ میں جماعت احمدیہ کی خدمات میں سے ایک اور اہم چیز جس کا تعلق زیادہ تر تعلیمات پر مشتمل لٹریچر ہے جو وہاں کی لوکل زبانوں میں مہیا کیا گیا ہے۔ مخالفین کے لٹریچر کے جواب میں اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ انگریزی اور لوکل زبانوں میں محاسن۔ قرآن مجید کے فضائل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور تعلیمات پر مشتمل لٹریچر پیدا کیا جائے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے یہ خدمت باحسن وجوہ سرانجام دینے کی توفیق بخشی خصوصاً انگریزی ترجمۃ القرآن اور لوکل زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم نے اپنے اور بیگانوں سے داد تحسین حاصل کی۔ الحاج ابوبکر وزیر اعظم نائجیریا نے ایک بار اس بات کا اظہار کیا۔

کہ مجھے جب بھی عیسائیوں سے بحث کے دوران بات پیش کرنی ہوتی ہے تو ہمیشہ احمدیہ لٹریچر میری رہنمائی کرتا ہے میں اس کے علاوہ کسی اور مذہبی لٹریچر پر اس قدر اعتماد نہیں کرتا جتنا کہ احمدیہ جماعت کے لٹریچر پہ کرتا ہوں۔

آنر ہویل مصطفےٰ اسنوسی نائب وزیر اعظم سیرالیون اور پریذیڈنٹ مسلم کانگریس نے کہا۔

جماعت احمدیہ کا وجود اس ملک میں دینِ حق کے لئے ایک بہت بڑی طاقت کا موجب ہے اس جماعت نے ، جس طرح خدمت کی ہے صدیوں سے کسی نے نہیں کی۔ جماعت کا لٹریچر صحیح تصویر پیش کرتا ہے اور ایک معمولی لکھا پڑھا آدمی اس سے بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس ملک میں دینِ حق صدیوں سے ہے مگر ا کو ایسی شکل میں پیش کیا گیا جو ناقابلِ عمل نہیں تو کم از کم مشکل ضرور نظر آتا ہے۔ مگر جماعت احمدیہ نے ں صحیح تصویر پیش کر کے ملک و ملت کی بہت خدمت کی ہے

مجھے یاد ہے جب میں فری ٹاؤن کے ایک سکول میں طالب علم تھا تو جماعت کا ایک فری ٹاؤن میں آیا۔ لوگوں نے اس کی مخالفت کی مگر اس کے علم و فضل کی اس قدر دھاک بیٹھ گئی کہ لوگ اس کے علم اور فضل کا اقرار برملا کرنے لگے۔ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا اور دوسرے میں بائبل اور وہ دونوں کا مقابلہ کر کے قرآن کی فضیلت اس طرح ثابت کرتا تھا کہ کوئی عیسائی پادری اس کا جواب نہ دے سکتا تھا۔

احمدیہ مشن نے نیا لٹریچر پیدا کرنے کے علاوہ قرآن کریم کا ترجمہ کر کے دنیا پر ایسا احسانِ عظیم کیا ہے کہ ہم نوجوان جنہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے اور وہ بھی عیسائی سکولوں میں ہمارے لئے دینِ حق کا سوچنا بہت ہی مشکل تھا۔ اگر ہمیں اس کے بارہ میں واقفیت ہوئی تو صرف جماعت احمدیہ کے لٹریچر سے ہی ہوئی ہے اور آج بڑے سے بڑے مخالف کو دینِ حق کی صداقت کے بارہ میں آگاہ کر سکتے ہیں۔

مجھے یاد ہے جب میں طالب علم تھا ایک عیسائی نے اخبار میں ایک مضمون لکھا جس میں دینِ حق پر ناروا حملے کئے گئے تھے۔ میں نے چیلنج کو قبول کیا اور جواب کی تیاری میں مشغول ہوا۔ عیسائیوں کے اعتراضات کا مکمل جواب احمدیہ مشن کی کتابوں میں موجود تھا میں نے مشن کی کتابیں لے کر اس کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔

میں احمدیہ مشن کی ا ، خدمات کا دل و جان سے معترف ہوں اور جہاں بھی مجھے جانے کا اتفاق ہوا ہے میں نے اس کا اعتراف کیا ہے اور جہاں بھی گیا ہوں احمدیہ مشن کو خدمت دین کرتے ہوئے پایا ہے۔ امریکہ۔ جرمنی۔ اٹلی۔ انگلینڈ غانا۔ نائیجیریا وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

میں مشن کو یقین دلاتا ہوں کہ جو بھی امکانی مدد مجھ سے ہو سکے گی میں کروں گا کیونکہ یہ مشن حفاظت کے لئے لڑ رہا ہے۔

وزیر آباد کاری اور پبلک ورکس آنریبل کانڈے بورے نے کہا :

"میں یہ اعتراف کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ سیرالیون میں اگر کوئی مذہبی تنظیم کام کر رہی ہے تو صرف احمدیہ موومنٹ اور اس کے مربیان ہیں اور بڑی ناانصافی ہوگی اگر میں اس امر کا اقرار نہ کروں کہ اگر احمدی مربیان اس ملک میں نہ آتے اور انہوں نے دینِ حق پر عیسائیت کے جارحانہ حملوں کی مدافعت نہ کی ہوتی تو اس وقت تک اس ملک میں دینِ حق کے نام کے سوا اور کچھ باقی نہ رہ جاتا اور کوئی شریف آدمی اس نام کے ساتھ منسوب ہونا گوارہ نہ کرتا"

"ایک عیسائی تعلیم یافتہ دوست سٹرادیا برائٹ نے ایک بار ریڈیو سیرالیون پر تقریر کرتے ہوئے احمدیہ لٹریچر کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا جو اخبار دی سیرالیون ننیس ۷ فروری ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔

میں نے گزشتہ ہفتہ اپنے مقالہ میں چند شخصیتوں کا ذکر کیا تھا۔ ان میں سے مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ بھی ہیں۔ اس عظیم مصنف کے لٹریچر نے جو دینِ حق کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے مجھے گہرے طور پر متاثر کیا ہے میں نے یہ عزم کر لیا ہے کہ انہوں نے دینِ حق کی تعلیم کو جس رنگ میں پیش کیا ہے آپ بھی میرے ساتھ اس کے مطالعہ میں نہ صرف شریک ہوں بلکہ لطف اندوز بھی ہوں۔

یوگنڈا یوگنڈا میں یوگنڈا کی زبان لوگنڈی میں قرآن مجید کے پانچ پاروں کا ترجمہ مختصر نوٹس کے ساتھ شائع ہوا تو حکومت یوگنڈا کے سرکاری اخبار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

یوگنڈا کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ ہم یہ خوش کن خبر اپنے قارئین تک پہنچا رہے ہیں کہ یوگنڈا زبان میں ترجمۃ القرآن کی پہلی جلد جو پانچ پاروں پر مشتمل ہے، شائع ہو گئی ہے۔ کی مدت سے یہ آرزو تھی کہ قرآنِ مجید کا ترجمہ ان کی زبان میں شائع ہوتا وہ خدا کے مقدس کلام کو سمجھ سکیں۔ اس ترجمہ کے ساتھ ایک حصہ تک ان کی ضرورت پوری ہو گئی۔ ہمیں خوشی ہے کہ یوگنڈا احمدیہ مشن نے یہ مشکل کام اپنے ہاتھ میں لیا۔

الفضل ۶ جون ۱۹۶۲ء

نائیجیریا شمالی نائیجیریا کے وزیرِ صحت جناب الحاج امین کملڈیمان کی خدمت میں مکرم نسیم سیفی صاحب انچارج مشنز مغربی افریقہ نے سلسلہ کا لٹریچر بھجوایا۔ وزیر موصوف نے اس کے جواب میں جو خط محترم سیفی صاحب کو لکھا اس میں کہا۔

"وہ جلیل القدر خدمات جو آپ لوگ نائیجیریا میں بجا لا رہے ہیں اس درجہ کامیاب ہیں کہ بے اختیار دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ آپ کو دینِ حق اور انسانیت کی خدمت

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

تراجم قرآنِ کریم کا عظیم منصوبہ

بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بعثت کی اغراض میں سے ایک عظیم غرض یہ بھی تھی کہ قرآنِ کریم جو کلام اللہ ہے اور تمام برکات کی جامع کتاب ہے اس کا شرف اور مرتبہ تمام بنی نوع انسان پر ظاہر کیا جائے اور اس کی اشاعت اور مختلف زبانوں میں تراجم کا وسیع پیمانہ پر انتظام کرکے لوگوں کے قلوب کو اس کے نور سے منور کیا جائے اور اس کی محبت دلوں میں راسخ کردی جائے۔ چنانچہ بانی سلسلہ احمدیہ قرآن کریم کی عظمت اور شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ الخیر کلّہ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔"

کشتی نوح صفحہ ۳۸

چنانچہ جماعتِ احمدیہ نے اپنے بانی کے اس زریں ارشاد کی روشنی میں شروع سے ہی اس عظیم المرتبت کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کا بیڑہ اٹھایا اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم کا منصوبہ تیار کیا تا دنیا کے ہر خطہ کے لوگوں تک ان کی زبان میں قرآنِ کریم کے معنی اور مفہوم کو پہنچایا جاسکے۔ کیونکہ دینِ حق سے متعارف کرانے کا حقیقی ذریعہ اور سب سے بڑا طریق یہی تھا کہ قرآنِ کریم کا ترجمہ ہر قوم اور ہر ملک کی زبان میں کرکے ان کے سامنے پیش کیا جاتا۔

جماعت احمدیہ نے یہ عظیم کام اس طرح سرانجام

دیا کہ آئمہ سلسلہ احمدیہ کی سرپرستی اور زیر نگرانی قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم کئے گئے۔ پھر ان کی اشاعت کا وسیع پیمانے پہ انتظام کیا گیا۔ اور دنیا بھر کی لائبریریوں میں اسے رکھوانے کا سلسلہ عالمی سطح پہ ایسی وسعت اختیار کر گیا کہ اس سے قبل تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ امریکہ، یورپ اور افریقہ کے ہوٹلوں میں قرآن کریم کے تراجم رکھوانے کی زبردست مہم چلائی گئی۔

اس وقت تک جماعت احمدیہ نے قرآن مجید کے جو تراجم مختلف زبانوں میں کئے ہیں اور جن میں سے بعض شائع ہو کر مارکیٹ میں آچکے ہیں اس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ بعض تراجم کے تو دو دو اور تین تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور مذہبی دنیا میں غیر معمولی مقبولیت اور خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے لندن میں جماعت کا ایک نستعلیق کمپیوٹر پریس اسلام آباد میں قائم ہو چکا ہے جہاں حضرت امام جماعت احمدیہ کی زیر نگرانی تراجم قرآن کریم کی طباعت اور اشاعت وسیع پیمانہ پر جاری ہے۔

جن زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہو کر شائع ہو چکے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے،

جن کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

۱۔ انگریزی ۲۔ فرانسیسی
۳۔ جرمن۔ ۴۔ لوگنڈا۔
۵۔ ڈچ۔ ۶۔ گرمکھی۔
۷۔ یوروبا۔ ۸۔ ڈینش۔
۹۔ انڈونیشین۔ ۱۰۔ سواحیلی۔
۱۱۔ اسپرانسٹو۔ ۱۲۔ اٹلین
۱۳۔ فیجین ۱۴۔ ہندی
۱۵۔ رشین

جن زبانوں میں قرآن مجید شائع ہو رہا ہے۔

۱۔ اسپینش ۲۔ سویڈش
۳۔ کورین ۴۔ کیکویو (کینیا)
۵۔ جیپنیز ۶۔ پرتگیزی
۷۔ فانٹی (غانا) ۸۔ ملائی (ملیشیا)
۹۔ پرشین (ایرانی) ۱۰۔ ہوسا (نائجیریا)
۱۱۔ بنگالی ۱۲۔ سندھی
۱۳۔ البانین

جن زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ گو ابھی شائع نہیں ہوا۔

۱۔ مینڈے (سیرالیون) ۲۔ اوریا (انڈیا)
۳۔ آسامی (انڈیا) ۴۔ ٹووالو
۵۔ ٹرکش ۶۔ گجراتی (انڈیا)
۷۔ پولش (پولینڈ) ۸۔ بلیگرین

جن زبانوں میں ترجمہ ہو رہا ہے

۱۔ ویٹنامیز ۲۔ چیکوسلاویکیا۔
۳۔ چائنیز ۴۔ سرائیکی (پاکستانی)

۵۔ ملی آلم (انڈیا) ۶۔ تامل (انڈیا)
۷۔ پنجابی (پاکستان) ۸۔ گریک (یونان)
۹۔ نارویجن ۱۰۔ کرڈش (ایران، ترکی)
۱۱۔ پشتو (پاکستان) ۱۲۔ تلگو (انڈیا)
۱۳۔ مرہٹی (انڈیا) ۱۴۔ بربنیر (")
۱۵۔ اویو گر۔

جن زبانوں میں منتخب آیات شائع ہو چکی ہیں

۱۔ سموین (سمویا) ۲۔ بالی (انڈونیشیا)
۳۔ کانا ڈا (انڈیا) ۴۔ اشانٹی (غانا)
۵۔ ایوی (غانا) ۶۔ والی (")

جن زبانوں میں منتخب آیات شائع ہو رہی ہیں

۱۔ ٹونگان (ٹونگا جزائر) ۲۔ کیریباس (کریباس جزائر)
۳۔ بٹکی (انڈونیشیا) ۴۔ جاوانیز (انڈونیشیا)
۵۔ کیکنبا (کینیا) ۶۔ اورومو (کینیا)
۷۔ ایمچارک (") ۸۔ ڈوکاری (انڈیا)
۹۔ بھوٹانی (بھوٹان) ۱۰۔ کشمیری
۱۱۔ نیپالی (نیپال) ۱۲۔ گا (غانا)
۱۳۔ باغبانی (غانا) ۱۴۔ کتلان (سپین)
۱۵۔ ڈوسون (ملیشیا) ۱۶۔ بلوچی (پاکستان)
۱۷۔ ٹاگالوگ ملیشیا ۱۸۔ تھائی۔ (تھائی لینڈ)
۱۹۔ سورینامین (سورینا) ۲۰۔ ہیبرو (اسرائیل)
۲۱۔ یدیشن (اسرائیل) ۲۲۔ سنہالیز (سری لنکا)
۲۳۔ بیبل (لائبیریا) ۲۴۔ چیچیوا۔ (زیمبیا)
۲۵۔ چیاوو (زیمبیا) ۲۶۔ یادو

جن زبانوں میں منتخب آیات کا ترجمہ ہو چکا ہے کو شائع نہیں ہوئیں

۱۔ فولانی (گیمبیا) ۲۔ وولف (گیمبیا)
۳۔ ایبو (نائیجیریا) ۴۔ ٹمنی (سیرالیون)
۵۔ ہنگرین (ہنگری) ۶۔ رومانین
۷۔ یوکرینین (روس) ۸۔ آسٹونین (روس)
۹۔ لیتھونین (") ۱۰۔ لٹوین (")
۱۱۔ جارجین (") ۱۲۔ موآری (نیوزی لینڈ)
۱۳۔ ماڈنگو (گیمبیا) ۱۴۔ جولا (کوٹ ڈیوئیر)
۱۵۔ باؤلول (KOTEDLVOIRE)
۱۶۔ بیٹ "
۱۷۔ آئی رش (آئرلینڈ) ۱۸۔ ویلش (ویلز)
۱۹۔ وائی (لائبیریا) ۲۰۔ باسا (لائبیریا)
۲۱۔ کریول (مارشس) ۲۲۔ کنیاجا (زیمبیا)
۲۳۔ لنگالا (زائر) ۲۴۔ کنگونگو (زائر)
۲۵۔ چیلویا (") ۲۶۔ افریقیاں (جنوبی افریقہ)
۲۷۔ ایکسنر ۲۸۔ کزخ (روس)

جن زبانوں میں منتخب آیات کا ترجمہ ہو رہا ہے۔

۱۔ ادیاگر ۲۔ منگولین
۳۔ آرمینین (روس) ۴۔ سربوکروٹین (یوگوسلاویہ)

افریقہ میں احمدیہ تعلیمی و طبّی اداروں کا مقصد

اور

ان کی چند خصوصیات

مغربی افریقہ کے بعد اب مشرقی اور وسطی افریقہ میں بھی جماعت احمدیہ نے تعلیمی اور طبّی ادارے قائم کر دیئے ہیں۔ ان کے قیام کا مقصد تو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے تاریخ ساز دورۂ افریقہ ۱۹۷۰ء میں یوں واضح فرمایا تھا کہ

"ہمیں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے کہ ہم کس طرح افریقن بھائیوں کی خدمت کر سکتے ہیں۔ آقا بن کر نہیں بلکہ دوست اور ساتھی کی حیثیت سے۔ ہماری دولت خدمتِ خلق ہے اور یہی خدمت کا بہترین طریق ہے جس سے آنے والے دنوں میں سب انسان ایک خاندان کی طرح رہنا سیکھ جائیں گے۔" (سیرالیون۔ ڈیلی میل ۶ مئی ۱۹۷۰ء)

افریقہ میں احمدیہ ہسپتالوں اور سکولوں پر ایک طائرانہ نظر

۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء تک صرف چار احمدیہ کلینک کام کر رہے تھے۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۲ء تک ان کی تعداد بیس ہو گئی تھی اور اب یہ تعداد ۲۸ تک جا پہنچی ہے اسی طرح ہائی سکولوں کی تعداد چالیس ہو گئی ہے۔ ان کی ملک وار تقسیم یوں ہے۔

ملک	تعداد احمدیہ ہسپتال	تعداد احمدیہ ہائر سیکنڈری سکول
نائجیریا (مغربی افریقہ)	۸ " ایک ڈینٹل کلینک	۶ "
غانا "	۵ "	۷ "
سیرالیون "	۴ "	۲۱ "
گیمبیا "	۵ " ا ڈینٹل کلینک	۳ "
ایوری کوسٹ "	۱ "	-
لائبیریا "	۱ "	۱ "
تنزانیہ (مشرقی افریقہ)	۱ "	-
یوگنڈا "	۲ "	۱ "
زائر (وسطی افریقہ)	۱	۱ "
کل میزان	۲۸ "	۴۰ "

اب تک ان ہسپتالوں سے پچاس لاکھ سے زائد مریض فیض یاب ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ سے

زائد اپریشن بھی ان میں ہوئے ہیں اور دس ہزار سے زائد طلبہ سکولوں سے تعلیم پا چکے ہیں۔ ان اداروں میں کام کرنے والے (۱) پاکستانی (۲) ہندوستانی (۳) غانین (۴) نائجیرین (۵) بنگلہ دیشی (۶) مارشیس (۷) برطانوی ۔ وقف زندگی ڈاکٹروں اور ٹیچروں کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں مقامی لوگ ان کے ممدو معاون ہیں۔

یاد رہے کہ احمدیہ مشنوں نے ان ملکوں میں سینکڑوں پرائمری سکول بھی کھول رکھے ہیں۔ جس میں ہزاروں مقامی اساتذہ کام کرتے ہیں اور تعلیم پانے والے طلبہ کی تعداد ایک لاکھ سے تو اوپر ہی ہوگی۔

نصرت جہاں کی ترقی کی رفتار

اللہ تعالےٰ نے "نصرت جہاں آگے بڑھو" پروگرام وجلد از جلد کیسے آگے بڑھایا ہے۔ اس کے بانی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی زبان مبارک سے سنیں۔

" نصرت جہاں آگے بڑھو پروگرام ۱۹۷۰ء میں میں نے جاری کیا تھا اور جلسہ سالانہ پر اس کا اعلان کیا تھا۔ اسوقت جماعت کے حالات کو دیکھ کر یہ خیال تھا کہ سات سال یا بہت ہی جلدی ہو سکا تو پانچ سال میں اپنا وعدہ پورا کر سکوں گا۔ میں نے دعائیں کیں۔ جماعت نے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے۔ وہ منصوبہ جس کے متعلق ہمارے اندازے تھے کہ وہ سات سال میں مکمل ہوگا خدا تعالےٰ کے فضل سے ڈیڑھ دو سال میں وہ مکمل ہوگیا۔ اور اس کا بڑا اثر ہوا۔ ایک امریکن مجھے غانا میں ملے۔ وہ وہاں کے قبائلی روایات اور رہن سہن کے طریقوں پر P.H.D کے لئے اپنا مقالہ لکھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک افریقن عورت سے شادی بھی کی ہوئی تھی اور وہ ڈیڑھ سال کے بعد یہاں آئے۔ سیر کرتے ہوئے پھر رہے تھے یہاں بھی آ گئے اور کہنے لگے کہ میں صرف یہ دیکھنے آیا ہوں کہ یہ جماعت کس چیز سے بنی ہوئی ہے۔ یہاں میرے سامنے تو بات نہیں کی لیکن ہمارے دوستوں سے کہنے لگا۔ امام جماعت احمدیہ نے افریقہ کے ممالک میں جو پروگرام (تعلیمی وطبی اداروں کا) بنایا ہے۔ ہم نے سوچا اگر ہم اتنا بڑا پروگرام طے کرتے تو باوجود ساری دنیا کی دولت ہمارے پاس ہونے کے ہم اس کو ۳۰ سال میں مکمل کر سکتے تھے مگر ابھی جو ایک سال نہیں گزرا کہ آپ کے کام شروع ہوگئے ہیں۔ تم کس طرح اور کیا کرتے ہو ہمیں تو سمجھ نہیں آرہی؟

... بات یہ ہے کہ ہم (احمدی) اس مٹی سے بنے ہوئے ہیں جو دنیا کی نگاہ میں حقیر ہے۔ لیکن خدا کے ہاتھ میں اس کا آلہ کار بن چکے ہیں۔ خدا فضل کرتا ہے اور کامیابیاں عطا کرتا ہے ورنہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا اور ہمارے مال کیا اور ہماری عقلیں اور فراست کیا۔ نتیجے اور تدبیر اور کوشش کا آپس میں کوئی بھی تو مقابلہ نہیں۔

(الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۷۵ء)

چند اہم خصوصیات ۔ اولیت کا سہرا

افریقن ملکوں میں جماعت احمدیہ کو عیسائیوں

کے اداروں کے مقابل پر اپنے رفاہی ادارے کھولنے میں کافی مشکلات درپیش تھیں۔ عیسائی اداروں کی پشت پناہی عیسائی حکومتیں کر رہی تھیں پھر بین الاقوامی ادارے ان کی مالی امداد اتنی زیادہ کرتے تھے کہ جماعت احمدیہ کا بجٹ ان کا عشر عشیر بھی نہ تھا لیکن ہمارا واحد سہارا ہمارا خدا تھا جس نے ہر میدان میں ہمیں کامیابی کا وعدہ دے رکھا ہے۔ چنانچہ اسی پر توکّل کر کے کام شروع کیا اور سب سے پہلا احمدیہ پرائمری سکول الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے ۱۹۲۲ء میں لیگوس (نائیجیریا) میں کھولا جس پر وہاں کے اخبار AFRICAN Messenger کی ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں یوں خبر لگی۔

"ہمیں یہ اعلان کرتے ہیں خوشی ہے کہ ۱۱ ستمبر کا دن نہ صرف چھوٹی سی احمدیہ جماعت کے لئے اہم دن بن گیا ہے بلکہ لیگوس کے   کے لئے بھی ہے کہ اس دن جماعت احمدیہ نے پہلا سکول کھولا جس کو   چلائیں گے اپنے   بچوں کے لئے۔ آج سے ۵۰ سال قبل بھی   نے ایک ایسی کوشش کی تھی جو ناکام رہی۔"

اسی طرح باقی ملکوں میں ایسے پرائمری اور پھر سیکنڈری سکول سب سے پہلے کھولنے کا سہرا جماعت احمدیہ کے سر رہا۔

ناقابل فراموش خدمات :-

۱۹۶۹ء میں سیرالیون کے وزیراعظم جناب ڈاکٹر سیاکا سٹیونز (جو بعد میں ملک کے صدر بھی رہے) نے احمدیہ سیکنڈری سکول فری ٹاؤن کا معائنہ فرمایا اور مندرجہ ذیل تاثرات چھوڑے۔

"آج مجھے احمدیہ سکول کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے اس سکول نے تھوڑے سے عرصہ میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ نیز فرمایا کہ احمدیہ مشن نے جس رنگ میں اس ملک کی شاندار اور بے لوث خدمت کی ہے اور تعلیمی اور مشنری میدان میں جو نمایاں کام کیا ہے اسکو سیرالیون کی تاریخ لکھنے والے مورخ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

صحتمندانہ مسابقت:

۱۹۷۰ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر سیرالیون کے وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر ایم ایس فورنا (M.S. Forna) نے فرمایا کہ "احمدیت نے ہمارے تعلیمی نظام پر عیسائیت کی گہری چھاپ کے اثر کو کم کرنے کے لئے صحتمندانہ اقدام کیا ہے اور عیسائی مشن سکولوں میں جبری اصطباغ کی جو روایت چلی آرہی تھی وہ اب ختم ہوا چاہتی ہے۔ یہ ایک صحتمندانہ تغیر ہے جسے ہم سب ممنونیت کے جذبات کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ یہ صحتمندانہ انقلاب بپا کرنے میں احمدیہ مشن نے کتنا کردار ادا کیا ہے۔ اس وقت بتانا ممکن نہیں لیکن اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ تربیت کے میدان میں صحتمندانہ مسابقت کا عنصر احمدیت نے آ کر اجاگر کیا۔

انتہائی نظم و ضبط

دسمبر ۱۹۷۶ء میں سیرالیون کے صدر مملکت کبالہ کے احمدیہ سکول تشریف لے گئے اور اس موقع پر فرمایا۔

" ملک کے انتہائی شمال کے دور دراز علاقوں میں جو آمد و رفت کے بہتر نظام نہ ہونے کی وجہ سے ملک کے دیگر حصوں سے الگ تھلگ ہیں احمدیہ مشن کی طرف سے ایگریکلچرل سیکنڈری سکول کے نام سے ایک عظیم تعلیمی ادارہ کا قیام احمدیہ مشن سیرالیون کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس نے ہماری ایک اہم ضرورت کو پورا کر کے انسانیت کی خاص خدمت سرانجام دی ہے۔ نیز فرمایا کہ میں نے اس سکول کے بچوں کے انتہائی نظم و ضبط کے مظاہرہ کا خود مشاہدہ کیا ہے اور میں اس سے بے حد متاثر ہوا ہوں ۔۔۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی احمدیہ مشن کے قائم کردہ اس عظیم ادارہ سے ہر ممکن تعاون کریں اور ان کا ہاتھ بٹائیں۔ ایسے ادارے ملک کی ایک بنیادی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔

رواداری اور امن قائم کرنیوالے

سیرالیون کے شہر کبالہ میں احمدیہ سیکنڈری سکول کی کوششوں سے مختلف قبائل اور لوگوں کے درمیان انتشار اور کشیدگی کی فضا کو فٹ بال کے دلچسپ کھیل کی بدولت ہم آہنگی اور رواداری کی فضا میں بدل دیا گیا۔ دارالحکومت فری ٹاؤن سے شائع ہونے والے اخبار "پروگریس" نے ۲۰ مارچ ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں یہ خبر " سیاسی آویزش نے فٹ بال کے ترقی پذیر ذوق و شوق کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے" کا شہ سرخی کے تحت شائع کی ہے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ دو عظیم المرتبت اشخاص وزارتِ داخلہ کے مسٹر اے جی کوروما (A.G. Koroma) اور کبالہ کے احمدیہ سیکنڈری سکول کے مسٹر ایم اے پال (مبشر احمد پال) کی ترقی پسندانہ بصیرت کا شکریہ۔ جس کی وجہ سے ضلع کوئنہ ڈوگو اور خصوصاً کبالہ کے علاقہ میں فرقہ وارانہ قبائلی اور سیاسی تعصبات اور رنجشوں کی بجائے ایک بار پھر ایک خوشگوار ہم آہنگی سے بھرپور اور رواداری کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ اگرچہ ابھی ابتدائی مرحلہ ہے لیکن خوشی و مسرت اور بھائی چارے کا جو ماحول اس وقت موجود ہے اس کی مثال شہر کی فٹ بال کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ اخبار کے مطابق ضروری اور اہم بات تو یہ ہے کہ آپس میں دشمنی رکھنے والے گروہوں کے متعلق یہ پتہ چلا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی فٹ بال کے میدان میں نہایت ہی جوش و خروش سے حمایت کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر "پاور سٹار" ٹیم کے

افراد کی ایک بڑی تعداد کی اس سے پہلے ٹیم کے مینیجر سے بول چال بند تھی۔ مگر جب سے یہ شخص ٹیم کا مینیجر بنا سب پرانی باتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اور یہ شہر آہستہ آہستہ امن اور ہم آہنگی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اخبار نے اس ضمن میں مثال دی ہے کہ اس سے پہلے بھی کھیل کو آپس کی سیاسی رقابت ختم کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ اور چین کے درمیان تعلقات بحال کرنے کے لئے ٹیبل ٹینس کے میچ کھیلے گئے اور سینیگال اور آئیوری کوسٹ کے درمیان دوستی کے لئے بھی صدر سیکو طورے نے فٹ بال کو استعمال کیا۔"

(الفضل ۲۰ جون ۱۹۷۹ء)

احمدیہ مساعی عظیم اور قابل قدر

سیرالیون کے پرنسپل ایجوکیشن آفیسر ڈاکٹر پامر نے ایگریکلچرل کالج کبالہ میں خطاب فرمایا۔ جس میں احمدیہ مشن کی تعلیم کے میدان میں قابلِ قدر مساعی کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا کہ:۔

" احمدیہ مشن ہی ایک ایسا مشن ہے جو صحیح معنوں میں ان افریقن ممالک میں دینی و سائنسی علوم کو پھیلانے اور جہالت کو دور کرنے کے سلسلہ میں ہماری حکومتوں سے تعاون کر رہا ہے۔

نیز سکول کے ماسٹر پلان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

" میں یہ پلان دیکھ کر اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ واقعی احمدیہ مشن اس ڈسٹرکٹ میں کچھ کر دکھانا چاہتا ہے۔ اور اگر اس پلان کے تحت Control Block جو کہ آٹھ کلاس روم اور ایڈمنسٹریٹو بلاک پر مشتمل ہے۔ ستمبر ۱۹۷۶ء تک مکمل ہو جائے تو۔۔ میں اس سکول کو وزارت تعلیم سے۔ Assi stance لے کر دوں گا۔ احمدیہ مشن اس قسم کے منصوبے پیش کرے اور ہم اس کی اس رنگ میں بھی مدد نہ کریں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ

" اگرچہ ہماری حکومت کی یہ پالیسی ہے کہ کسی نوزائیدہ سکول کو کم از کم تین سال سے پہلے وزارت تعلیم ہرگز ہرگز Assis Tance نہ دے لیکن میں کہوں گا کہ ہماری حکومت کو احمدیہ مشن کی اس قدر عظیم قابل قدر مساعی کے سامنے اپنی ان پالیسیوں کو یا تو بدل دینا چاہیئے یا احمدیہ مشن پر چسپاں نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ پالیسیاں احمدیہ مشن کے وقار کے سراسر خلاف ہیں۔"

(الفضل مورخہ ۷ مئی ۱۹۷۶ء)

۷۔ فٹ بال میں چیمپئن شپ

سیرالیون میں دو احمدیہ سکول فٹ بال چیمپئن قرار دیئے

گئے ۔ یہ خبر انتہائی مسرت سے سنی جائیگی کہ امسال سیرالیون مغربی افریقہ کے سکولز کے فٹ بال کے سالانہ مقابلوں میں ہمارے دو سکول چیمپین قرار دئیے گئے۔

۱ ۔ احمدیہ سیکنڈری سکول فری ٹاؤن

۲ ۔ احمدیہ سیکنڈری سکول بو ۔

ان دونوں سکولوں کو School of The year قرار دے دیا گیا۔ بو سکول کی چوتھی بار چیمپین شپ ملنے پر منسٹری آف ایجوکیشن کی طرف سے Trophy مستقل طور پر دے دی گئی ۔

مزید خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے فری ٹاؤن سیکنڈری سکول کے پرنسپل B.A کو of قرار دیا گیا ۔

اللہ تعالیٰ یہ کامیابی ان کے لئے مبارک کرے ۔

عید میلاد النبیؐ کے جلسے

خوشی اور شکر کا مقام ہے کہ ہمارے احمدیہ سکولوں کے ذریعہ جگہ جگہ عید میلاد النبیؐ کے موقعہ پر سیرۃ النبیؐ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اور اساتذہ کی نگرانی میں طلبہ اپنے ہاتھوں میں Banners لے کر سارے شہر کا چکر لگاتے ہیں اور سکولوں کے زیر انتظام سیرۃ النبیؐ کے جلسے بھی ہوتے ہیں ۔ ایسا ہی ایک جلسہ سیرالیون میں مبوڈو کے احمدیہ سیکنڈری سکول میں ہوا جس کی صدارت وہاں کے عیسائی ٹاؤن چیف T.A بابونجو نے فرمائی ۔ اور صدارتی خطاب میں یہ تلقین کی کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک نمونہ کو اپنانا چاہیئے کیونکہ آپ انسانیت کے محسن تھے ہمیں صرف تقاریر تک ہی محدود نہیں رہنا چاہیئے ۔

جناب صدر جلسہ نے احمدیہ مشن کا بھی شکریہ ادا کیا جس کی سعی سے یہاں ایک سکول قائم ہے اور یہاں کے بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ اور دینِ حق سے روشناس ہو رہے ہیں ۔ (الفضل ۸ مارچ ۱۹۷۹ء)

اوّلیت کا سہرا

سیرالیون مسلم کانگرس کے صدر اور حکومتِ سیرالیون کے نائبِ الخارج مصطفےٰ اسنوسی صاحب نے ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ۔

"میں ہمیشہ سے ہی احمدیت کا مداح اور خیر خواہ رہا ہوں بعض لوگ اس میری محبت اور عقیدت کو پسند نہیں کرتے ۔ میں انہیں بتاتا ہوں کہ احمدیت ایک سچائی ہے اور سچائی کے لئے دن رات بے لوث خدمت کر رہی ہے ۔

بارہ۱۲ سیکنڈری سکولز (اب ۲۱ ہیں) اور پچاس پرائمری (اب ۱۰۰ سے زائد ہیں) سکولز چلانا کوئی معمولی بات نہیں ۔ یہ کام صرف اخلاص جذبہ اور نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ ہو کر

ہی سرانجام دیئے جا سکتے ہیں۔ میڈیکل کے میدان میں جماعتِ احمدیہ کی خدمات آبِ زر سے لکھی جانی چاہئیں۔"

قابلِ قدر نمونہ

اقوامِ متحدہ کے سیرالیون میں مستقل مندوب Mr. William Harper نے امیر جماعت احمدیہ مشن سیرالیون کو لکھا:۔

"آپ اور آپ کی جماعت احمدیہ نے اس ملک (سیرالیون) کی روحانی۔ اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے غیر معمولی کام کیا ہے۔ آپ کی شفقت، رواداری اور بنی نوع انسان کیلئے ہمدردی کا جذبہ ہم سب کے لئے جو اس علاقہ میں غریبوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے کوشاں ہیں نہ صرف محرک رہا ہے بلکہ ایک قابلِ قدر نمونہ بھی ثابت ہوا ہے۔ آپ کے مشن کے بے شمار سکولوں اور ان میں کام کرنے والے واقف تجربہ کی مدد سے جاہل اور بے سہارا لوگوں کے لئے ایک موقع ہم پہنچا دیا گیا ہے کہ وہ لکھنا پڑھنا سیکھ کر روشنی کا مینار بنیں اور یہ بات بھی تو بالکل اظہر من الشمس ہے کہ آپ کے مشن نے جو ہسپتال قائم کئے پھر ان کو ساز و سامان سے آراستہ کیا ان کے ذریعہ بے شمار بیماروں کو شفاء نصیب ہوئی جن کو دنیا کے اس خطہ میں بیماری اور غربت نے تنگ کر رکھا تھا۔" (۲۷ جولائی ۱۹۷۶ء)

ملکی تعمیر و ترقی میں اہم کردار

جماعت احمدیہ کے رفاہی پروگرام سے متاثر ہو کر صدرِ مملکت غانا نے فرمایا۔

"بلا شبہ آپ کے مذہب نے جو دنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے۔ اہلِ غانا کو فیض پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ غانا کی تعمیر و ترقی میں اسی طرح آئندہ بھی ہاتھ بٹاتے رہیں گے۔ آپ کی جماعت۔ اہلِ غانا کی جو خدمات بجا لا رہی ہے۔ حکومت اس سے اچھی طرح باخبر ہے اور اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم آپ کے از حد ممنون ہیں کہ آپ نے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں شریک ہو کر اہم کردار ادا کرنا ضروری سمجھا۔"

(گائیڈلنس نومبر ۱۹۷۱ء)

باعثِ تقلید
صدرِ مملکت نائیجیریا کا پیغام

"مَیں جماعت احمدیہ نائیجیریا کی ۴۰ ویں سالانہ کانفرنس کے موقع پر تمام ممبران جماعتِ احمدیہ کے لئے اپنی بہترین تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں۔ مَیں نے بنظرِ غائر دیکھا ہے اور یہ امر میرے لئے باعثِ سکون ہے کہ جماعت احمدیہ سکولوں ہسپتالوں اور شفا خانوں کے قیام کے میدان

(باقی صـ۷۳ پر)

مربیان کرام کے مختصر حالات

ابتدائی ایام کے خدمت گزار

١ ۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال
٢ ۔ حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب
٣ ۔ حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب نیرّ
٤ ۔ حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم اے
٥ ۔ حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم اے
٦ ۔ حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمس
٧ ۔ حضرت صوفی غلام محمد صاحب بی اے
٨ ۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب
٩ ۔ حضرت مولوی مبارک علی صاحب بنگالی بی اے۔

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال

حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال اس سے پہلے گو بیرونی مشن کی بنیاد جولائی ١٩١٣ء کو رکھ چکے تھے لیکن اس کا مستقل اور ممتاز صورت میں قیام دراصل اپریل ١٩١٤ء میں ہوا۔ آپ دوکنگ چھوڑ کر لندن تشریف لے آئے اور یہاں کرایہ کے ایک مکان کو مرکز بنا کر اشاعتِ دین حق کا کام شروع کر دیا۔ پہلا شخص جو آپ کے ہاتھ پر دینِ حق میں داخل ہوا ایک صحافی ریڈیو CORIO نامی تھا۔ مارچ ١٩١٦ء تک ایک درجن انگریز دینِ حق قبول کر چکے تھے۔ آپ دعوتِ دین کا کام زیادہ تر اس دور میں بذریعہ لیکچر ہوتا جو کلبوں اور سوسائٹیز میں کرتے۔ مارچ ١٩١٦ء میں آپ مکرم قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی اے بی ٹی جو دسمبر ١٩١٥ء کو انگلستان پہنچ گئے تھے مشن کا چارج دے کر واپس قادیان تشریف لے آئے۔

١٥ جولائی ١٩١٩ء میں دوسری بار مکرم حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب نیرّ کے ساتھ لندن تشریف لے گئے۔ اس بار گزشتہ کے تجربات سے فائدے اٹھاتے ہوئے دعوت دین کے کام میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کی، اور بیت الذکر کے لئے زمین کے حصول پر خاص توجہ دی۔ چنانچہ اگست ١٩٢٠ء میں لندن کے محلہ پٹنی ساؤتھ فیلڈ میں زمین کا ایک قطعہ جس پر مکان بھی تعمیر تھا مبلغ دو ہزار دو صد تئیس ٢٢٢٣/ پونڈ میں خرید کر لیا۔

حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بی اے بی ٹی

آپ ۶ ستمبر ۱۹۱۵ء کو انگلستان تشریف لے گئے اور چار سال تک فریضۂ دعوتِ دین ادا کیا۔ پہلی جنگِ عظیم کے سبب آپ کو بڑی تکالیف اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ دعوتِ دین میں مصروف رہے۔ لٹریچر کی تقسیم اور خط و کتابت کے ذریعہ اپنا کام جاری رکھا۔

آپ کی انگلستان روانگی کے موقعہ پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ نے ذیل کی ہدایات و نصائح سے آپ کو نوازا۔

۱۔ اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ یورپ کو فتح کرنے جاتے ہیں نہ مفتوح ہونے۔

۲۔ یورپ کی ہوا کے آگے نہ گریں بلکہ اہلِ یورپ کو اپنی تہذیب کی طرف لانے کی کوشش کریں۔

۳۔ خدا کی بادشاہت کے دروازوں کو تنگ نہ کریں عقائد صحیحہ کے اظہار سے کبھی نہ جھجکیں۔

۴۔ کھانے پینے پہننے میں اسراف اور تکلف سے کام نہ لیں۔ اخلاص سے سمجھائیں اور محبت سے کلام کریں۔

۵۔ ہر ہفتہ مفصل خط لکھتے رہیں۔ اگر کوئی تکلیف ہو تو خدا سے دعا کریں۔ اگر کسی فوری جواب کی ضرورت ہو خط لکھ کر ڈالدیں۔

حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمس

آپ یکم فروری ۱۹۳۶ء کو لندن کیلئے روانہ ہوئے اور مشن کا چارج لیا۔ آپ کے زمانہ میں دوسری جنگِ عظیم چھڑ گئی اور نت نئی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لاکھوں بچے اور عورتیں دیہات میں منتقل ہو گئے۔ آپ نے دعوتِ دین کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکالتے رہنے کی سعی جاری رکھی۔ مشن ہاؤس میں مذہبی مسائل پر لیکچر دیئے جاتے رہے۔ ملک کی مشہور سوسائٹیز میں شرکت کی جاتی رہی۔ بیرونی ممالک سے آنے والے اہم لوگوں سے ملاقات کر کے پیغامِ حق پہنچایا جاتا رہا۔ ان کی ایک کتاب اور ایک ورقہ سے عیسائی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ بشپ آف گلاسٹر کو دعوتِ مقابلہ دی۔ جارج ششم۔ کنگ پیٹر یوگوسلاویہ کو پیغام حق پہنچایا۔ مسٹر گرین سے ایک سال تک ہائیڈ پارک میں مناظرہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی نگرانی میں ترجمہ قرآن مجید۔ ڈچ۔ روسی۔ اٹالین۔ فرانسیسی پولش۔ جرمن اور سپینش زبان میں ہوئے۔ جرمن ڈچ میں شائع ہوئے۔ آپ ۱۹ نومبر ۱۹۴۶ء کو چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کو چارج دے کر واپس قادیان آئے۔

مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر

۱۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی معیت میں انگلستان کے لئے قادیان سے روانہ ہوئے ۶ اگست ۱۹۱۹ء کو لندن پہنچ گئے۔ فروری ۱۹۲۰ء تک آپ مکرم سیال صاحب

کے ساتھ کام کرتے رہے اور مشن سے متعلق جملہ کاموں میں آپ کے مددگار رہے۔ فروری ۱۹۲۱ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ کے ارشاد پر نائجیریا تشریف لے گئے۔ آپ نے نائجیریا کے علاوہ سیرالیون اور غانا کا بھی دورہ فرمایا۔ انگلستان میں ان دنوں مولوی مبارک علی صاحب بنگالی بی اے لندن مشن کے انچارج تھے۔ آپ نے واپس انگلستان پہنچ کر ان سے چارج لیا اور وہ برلن تشریف لے گئے۔ ۱۱ر مئی ۱۹۲۲ء میں مکرم ملک غلام فرید صاحب آپ کے کام میں مدد کے لئے برلن سے انگلستان تشریف لے آئے۔ ملک صاحب برلن دسمبر ۱۹۲۲ء میں پہنچے تھے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نیر ابھی انگلستان میں ہی تھے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے پیش نظر انگلستان کا دورہ فرمایا۔ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو اپنے دست مبارک سے بیت فضل لنڈن کا سنگ بنیاد رکھا۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے

آپ کا پہلا نام رحیم بخش تھا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے نام تبدیل کر کے عبدالرحیم نام تجویز فرمایا۔

آپ حضرت امام جماعت احمدیہ کے اس قافلہ میں شریک تھے جو ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان پہنچا تھا۔

نومبر ۱۹۲۴ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایت پر آپ نے مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب نیر سے چارج لندن مشن کا لیا اور ملک غلام فرید صاحب آپ کے نائب کے طور پر مقرر ہوئے۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز جس کی اشاعت قادیان سے ہوا کرتی تھی۔ اسے لندن منتقل کر دیا گیا جو آپ کی زیر ادارت شائع ہونے لگا۔ دعوت دین کے سلسلہ میں مساعی بھی جاری تھیں۔ بیت فضل جس کی بنیاد حضرت امام جماعت احمدیہ نے رکھدی تھی، کی تعمیر زیر عمل آ چکی تھی۔ ۱۹۲۵ء میں آپ نے بھرپور توجہ اس طرف فرمائی اور ایک انجینئرنگ کمپنی کے سپرد اس کی تعمیر کا کام کیا۔ ۱۹۲۶ء میں تعمیر سے متعلق کام مکمل ہو گیا۔ ۳ر اکتوبر ۱۹۲۶ء کو خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب بی اے۔ بیرسٹر آف لا نے خدا کے اس گھر کا افتتاح کیا

۔ خدا کے اس گھر کے افتتاح پر دنیا کے اخباروں نے عموماً اور لندن پریس نے خصوصاً بڑے بڑے آرٹیکل لکھے اور چار دانگ عالم میں سلسلہ احمدیہ کی اصلاح و ارشاد کی مساعی کی بہت شہرت ہوئی۔ ستمبر ۱۹۲۸ء میں آپ مولوی فرزند علی صاحب کو لندن مشن کا چارج دے کر واپس قادیان تشریف لے آئے۔ مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب نیازان

کے قائم مقام کے طور پر ۳ر اگست ۱۹۲۸ء کو انگلستان پہنچ گئے تھے۔ مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب درد ۳ر فروری ۱۹۳۳ء کو دوسری بار لندن تشریف لے گئے اور خانصاحب منشی فرزند علی صاحب سے مشن کا چارج لیا۔ لندن مشن میں جہاں دعوت دین کے سلسلہ میں مساعی کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوئی وہاں مسلمانانِ عالم کی عموماً اور ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی خصوصاً مؤثر نمائندگی کا حق ادا کیا گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے جو گول میز کانفرنس کے بعد ہندو لیڈروں کی روش سے مایوس ہو کر لندن ہی میں بود و باش رکھنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ .. کی خواہش اور مولانا عبدالرحیم صاحب درد کی کوشش سے احمدیہ بیت فضل لنڈن میں آئے اور "ہندوستان کے مستقبل" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا اور ہندوستان جا کر مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ ہو گئے۔

(الفضل یکم جنوری ۱۹۵۵ء صـ۸)

قائداعظم کی تقریر عید الاضحیہ کی تقریب کے موقعہ پر ۶ر ۱۹۳۳ء کو ہوئی تھی۔

اس جلسہ کی صدارت سر سلیوارٹ سنڈیمن Sir Sleverl Sondeme نے کی تھی۔ آپ نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا۔ر

...

ترجمہ امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی۔

حوالہ جات :۔ ۱۔ انقلاب عظیم انذار و بشارات ص۲۰ صفحہ ۱۹ از حضرت سید ولی اللہ شاہ۔ (۲) دی ایوننگ سٹینڈرڈ لندن۔ (۳) ہندو کلکتہ۔ (۴) دی اسٹیٹسمین کلکتہ (۵) مدراس میل (۶) ویسٹ افریقہ (افریقہ) (۷) ایجپشین گزٹ (اسکندریہ) (۸) پائونیر الہ آباد

حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم اے

آپ دسمبر ۱۹۲۳ء میں برلن (جرمنی) تشریف لے گئے۔ ۱۱ر مئی ۱۹۲۴ء کو مولوی مبارک علی صاحب بنگالی۔ بی۔ اے برلن تشریف لے گئے تو آپ کو ہدایت بھجوائی گئی کہ آپ لندن تشریف لے جا کر مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب نیر انچارج مشن لندن کے ساتھ بطور نائب کام کریں چنانچہ آپ لندن پہنچ گئے۔ مکرم نیر صاحب کی نومبر ۱۹۲۴ء میں واپسی کے بعد آپ مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے نائب کے طور پر کام کرتے رہے۔

جولائی ۱۹۲۸ء میں آپ قادیان واپس

تشریف لائے۔ مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز ۲۰ اگست ۱۹۲۶ء کو آپ کے متبادل اور مکرم مولوی فرزند علی صاحب انچارج مشن لندن کے نائب کے طور پر کام کرنے کے لئے لندن پہنچ گئے۔

حضرت صوفی غلام محمد صاحب

حضرت صوفی غلام محمد صاحب نے ۱۹۰۷ء میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریک وقف پر اپنی زندگی وقف کی تھی۔ ۱۹۱۲ء میں آپ نے بی۔ اے کیا اور حضرت مولوی نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ اول کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کا ارشاد فرمایا جو بفضلہ تعالیٰ آپ نے چھ ماہ میں کر لیا۔ ان دنوں نیروبی سے ایک مربی کے بھجوانے کی درخواست آئی تو حضور نے آپ کو کینیا کالونی کے لئے پاسپورٹ تیار کروانے کا حکم فرمایا لیکن پاسپورٹ حاصل نہ کیا جا سکا اس عرصہ میں حضور کا وصال ہو گیا۔ آپ حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے مارشس کیلئے پاسپورٹ بنوانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۱۴ء میں آپ کو پاسپورٹ مل گیا۔

مارشس کا مشن حضرت امام جماعت احمدیہ کے زمانہ میں دوسرا بیرونی مشن ہے جو قائم ہوا۔ اور ہل مارشس میں ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر نور محمد نوریا صاحب۔ فرانسیسی زبان میں ایک اخبار دی ... شائع کرتے تھے اور لورپول میں ایک نومسلم انگریز مسٹر عبداللہ کوئلم "دی کریسنٹ" ایک اخبار نکالتے تھے۔ تبادلہ میں یہ اخبارات ایک دوسرے کو جاتے تھے۔ ان اخبارات سے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے نور محمد صاحب کو اپنے چند رسالے بھیجے۔ اس طرح ۱۹۰۵ء میں احمدیت کا باقاعدہ پیغام اس جزیرہ تک پہنچ گیا۔ نور محمد صاحب نے تحقیق کی اور ۱۹۱۲ء میں احمدیت قبول کر لی۔ ان کے ذریعہ حاجی ماسٹر عظیم سلطان غوث صاحب آف فونکس بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ۱۹۱۳ء میں اس قصبہ کی مسجد کے امام سبحان محمد صاحب نے بھی احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔ ۱۹۱۴ء میں ایک فوجی پلٹن مارشس گئی تو اس میں چار احمدی تھے اس طرح خدا کے فضل و کرم سے ایک اچھی تعداد احمدیوں کی بن گئی۔ اور دعوت دین کے کام کو ذوق و شوق سے کرنے لگے۔ اسی دوران حضرت امام جماعت احمدیہ سے ایک انگریزی دان مربی کے بھجوانے کی درخواست ہوئی تو حضور نے حضرت صوفی صاحب کو بھجوانے کا ارشاد فرمایا چنانچہ آپ ۲۰ فروری ۱۹۱۵ء کو قادیان سے روانہ ہو کر حیدر آباد مدراس ہوتے ہوئے ۱۴ مارچ ۱۹۱۵ء کو کولمبو (سیلون) پہنچے۔ آپ نے یہاں تین ماہ قیام فرمایا اور شبانہ روز دعوت دین سے متعلق کوششیں کیں۔ نتیجۃً معمر اور تعلیم یافتہ اصحاب پر مشتمل جماعت قائم کر لی۔ کولمبو کو مرکز بنا دیا۔ آپ اس جماعت کے پہلے آنریری پریذیڈنٹ بھی مقرر

ہوگئے۔ ۱۵ر جون ۱۹۱۵ء کو آپ پورٹ لوئیس مارشش پہنچے۔ ماسٹر نور محمد صاحب نے آپ کا استقبال کیا اور اپنے مکان پر لے آئے۔ چند ماہ قیام کے بعد دعوتِ دین سے متعلق مساعی جاری کردیں۔ متصل ایک بیت الذکر میں نمازیں باقاعدہ ہونے لگیں۔ غیر از جماعت لوگ شروع شروع میں باری باری پڑھ لیتے تھے۔ بعدازاں انہوں نے علیحدہ انتظام کرلیا۔ اور اس بیت الذکر کے لئے عدالت میں دعویٰ دائر کردیا

۱۹۲۳ء میں احمدیوں نے بھی نیا بیت الذکر تعمیر کرلیا۔ روزہل سے پانچ میل کے فاصلہ پر سنیٹ پیئر St. Pierre واقع ہے جہاں معزز اور متمول بھنو خاندان آباد ہے۔ آپ نے ان کی دعوت پر ایسی مدلل گفتگو فرمائی کہ ایک ہی دن میں سارا خاندان حلقہ بگوشِ احمدیت ہوگیا۔ اس سے مارشس میں ایک شور مچ گیا۔

بھنو خاندان نے اپنے لئے بطورِ خاص ایک مربی کی درخواست کی تو حضرت حافظ عبیداللہ صاحب کو بھجوایا گیا جنہوں نے ایک طرف اس خاندان کی روحانی خدمت کی تو دوسری طرف حضرت صوفی غلام محمد صاحب کے کام میں اخلاص کے ساتھ مدد کی۔ افسوس دسمبر ۱۹۲۳ء میں آپ کا انتقال ہوگیا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

آپ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کے زمانہ امامت میں پہلے ..... ہیں۔ ۲۸ر اپریل ۱۹۱۵ء کو آپ نے (صوفی غلام محمد صاحب نے) پورٹ لوئیس ایام جامع کے ساتھ ایک کامیاب مناظرہ کیا ۱۹۲۶ء میں دو ہفتہ کے لئے مڈغاسکر بھی تشریف لائے اور پیغامِ حق پہنچایا۔ ۳ مارچ ۱۹۲۷ء کو واپس قادیان احمد حسن صاحب سوگیہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ مئی ۱۹۱۷ء میں چار نوجوانوں کو تعلیم کیلئے قادیان بھجوایا تھا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب

۱۰ر مارچ ۱۹۱۷ء کو آپ انگلستان کے لئے روانہ ہوئے اور اپریل ۱۹۱۷ء میں انگلستان پہنچ گئے۔ ان دنوں قاضی محمد عبداللہ صاحب بطور انچارج مشن لندن میں کام کر رہے تھے۔ آپ نے ان کے کام میں مدد فرمائی اور ۲۶ جنوری ۱۹۲۰ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایت پر امریکہ تشریف لے گئے۔ ۱۵ فروری ۱۹۲۰ء کو امریکہ کی بندرگاہ فلاڈلفیا پر اترے لیکن شہر کے اندر داخل نہ ہوسکے۔ کیونکہ راہداری کے انسپکٹر نے کئی گھنٹے کی پوچھ گچھ کے بعد صرف اس وجہ سے کہ آپ ایک ایسے مذہب کے داعی اور معلم تھے جو تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے آپ کو ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور فیصلہ کیا کہ آپ جس جہاز میں آئے ہیں اسی میں واپس چلے جائیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اس فیصلہ کے

خلاف محکمہ آبادکاری (واشنگٹن) میں اپیل کی۔ اپیل کے فیصلہ تک آپ کو سمندر کے کنارے ایک مکان میں بند کر دیا گیا۔ جس سے باہر نکلنے کی ممانعت تھی مگر چھت پر ٹہل سکتے تھے اس کا دروازہ دن میں دو بار کھلتا تھا جبکہ کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اس مکان میں کچھ یورپین بھی نظر بند تھے۔ جو عموماً نوجوان تھے اور پاسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے نظر بند رکھے گئے تھے حکام کی طرف سے فیصلہ کے منتظر تھے۔ یہ لوگ حضرت مفتی صاحب کا بڑا ادب کرتے تھے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے ان کے لئے نماز پڑھنے کی جگہ بھی انہوں نے بنا دی تھی۔ اور خدمت کرتے رہتے تھے۔ اس صورتِ حال سے مفتی صاحب نے فائدہ اٹھا کر انہیں پیغامِ حق پہنچانا شروع کر دیا۔ نتیجۃً دو ماہ کے اندر پندرہ لوگوں نے اسی مکان میں دینِ حق کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور راہ بھی کھول دی۔ امریکن پریس نے آپ کی آمد اور ملک میں داخلہ کی ممانعت کا بہت چرچا کیا اور بعض مشہور ملکی اخبارات مثلاً فلاڈلفیا ریکارڈ۔ پبلک ریکارڈ۔ نارتھ امریکن بلیٹن۔ ایوننگ بلیٹن۔ پبلک لیجر۔ دی پریس نے تو نہ صرف آپ کی آمد کے بارہ میں خبر دی بلکہ جماعت احمدیہ کے حالات بھی شائع کر دیئے

(الفضل ۹ مارچ ۱۹۲۰ء)

(آپ بیتی حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ صٓ۵ الفضل ۳ مئی ۱۹۲۰ء)

حضرت امام جماعت احمدیہ نے امریکی حکومت کے اس رویہ پر سخت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"امریکہ جسے طاقتور ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس وقت تک اس نے مادی سلطنتوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی ہو گی۔ روحانی سلطنت سے اس نے مقابلہ کر کے نہیں دیکھا۔ اب اگر اس نے ہم سے مقابلہ کیا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں وہ ہرگز شکست نہیں دے سکتا۔ کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے ہم امریکہ کے اردگرد کے علاقوں میں پیغامِ حق لے جائیں گے۔ اور وہاں کے لوگوں کو دینِ حق میں داخل کر کے امریکہ بھیجیں گے اور ان کو امریکہ نہیں روک سکیگا۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ امریکہ میں ایک دن۔۔۔ صدائے حق گونجے گی اور ضرور گونجیگی۔"

روزنامہ الفضل ۱۵ اپریل ۱۹۲۰ء

بالآخر مئی ۱۹۲۰ء کے شروع میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب پر سے حکومت امریکہ کی طرف سے پابندی اٹھا لی گئی۔ حضرت مفتی صاحب نے نیویارک میں داخل ہو کر ایک مکان کا حصہ لیکچروں اور دفتر کیلئے کرایہ پر لے کر پیغام حق کا کام شروع کر دیا۔ سعید روحیں حلقہ بگوشِ احمدیت ہونے لگیں۔ ۱۹۲۱ء میں آپ شکاگو منتقل ہو گئے اور ایک عمارت خرید کر امریکن مشن کا قیام کیا۔ دی سن رائز ایک رسالہ جاری کیا۔ امریکہ میں ڈاکٹر صادق کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ۴ دسمبر ۱۹۲۳ء کو واپس قادیان

تشریف لائے۔ امریکن مشن کا چارج مولوی محمد دین صاحب کے سپرد فرمایا۔

حضرت مولوی مبارک علی صاحب بنگالی بی۔ اے

آپ اگست ۱۹۲۰ء میں انگلستان تشریف لے گئے اور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے ساتھ فریضہ دعوت دین حق کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ مکرم سیال صاحب ستمبر ۱۹۲۱ء میں انہیں مشن کا چارج دے کر واپس قادیان تشریف لے آئے۔

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر جو فروری ۱۹۲۱ء میں نائجیریا تشریف لے گئے تھے مغربی افریقہ کے ممالک۔ نائجیریا۔ سیرالیون، گھانا میں مشن قائم کر کے واپس انگلستان تشریف لے آئے۔ آپ انہیں مشن کا چارج دے کر برلن (جرمنی) تشریف لے گئے۔ اور ملک غلام فرید صاحب جو دسمبر ۱۹۲۳ء میں برلن تشریف لے گئے تھے لندن منتقل ہو گئے۔ اور نیر صاحب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے میں مصروف ہو گئے۔

بقیہ براعظم افریقہ از صفحہ ۵۵

کے اس اعلیٰ مقصد میں ہمیشہ ہمیش بے نظیر کامیابی عطا فرماتا رہے۔ مجھے ہمیشہ قرآن مجید پڑھ کر مسرت ہوتی ہے۔ اور " .... اصول کی فلاسفی" تو ایک ایسی کتاب ہے جو نہ صرف .... کیلئے بلکہ ہر اس غیر مسلم کے لئے بھی جو غور و فکر سے کام لے ایک بیش قیمت خزانہ ثابت ہو چکی ہے۔

الفضل ۱۷ جون ۱۹۶۲ء

بقیہ افریقہ میں تعلیمی و طبی ادارے از ص ۶۵

میں بدستور بڑے ثبات کے ساتھ ترقی پذیر ہے اس جہت میں جماعت احمدیہ کی مساعی انتہائی قابل تعریف ہیں اور دوسری تمام رضاکارانہ طور پر کام کرنے والی تنظیموں کے لئے باعث تقلید ہیں۔ میری انتظامیہ ایسے تمام نائجیرین جو اچھا مطمع نظر رکھتے ہیں اور باہمی کوششوں سے سکول، ہسپتال اور دیگر رفاہی خدمات سرانجام دینا چاہتے ہیں، کی پورے طور پر حمایت کرتی ہے۔ بشرطیکہ وہ یہ خدمت بغیر کسی فرقہ واریت اور مذہبی تعصب کے ادا کریں۔"

پاکستانی کھانوں اور مٹھائیوں کا بہترین مرکز

شاہین سویٹس اینڈ ریسٹوران

۹۹ لیگزنٹن اینویو نیویارک۔ این، وائی ۱۰۰۱۶
ٹیلیفون مین ہٹن :- ۲۱۲ - ۶۸۳ - ۳۱۳۹
کوئینز :- ۷۱۸ - ۶۳۹ - ۸۷۹۱

حائل ہے تری راہ میں پندار کا پتھر
دیکھا ہی نہیں تُو نے رُخِ یار کا منظر

کیوں اس کی ملاقات سے مایوس ہے ناداں
اُس کا تو ٹھکانہ ہے تری رُوح کے اندر

اک بار بلاؤں تو جواب آتا ہے سو بار
خود بھی وہ صدا دیتا ہے آ کر مرے گھر پہ

چل اس کی طرف، تجھ میں سکت ہے کہ نہیں ہے
ہر شائقِ پرواز کو مل جاتا ہے شہپر

آنکھوں میں جھلکتی ہے دھنک رنگ کی شوخی
تُو نے اسے دیکھا ہے کہیں دل کے اُفق پر

یہ اُس کی بڑائی کا ہے خاموش سا اعلان
ہر ذرّۂ ناچیز ہے اِک مخزنِ جوہر

جو آگ جلاتا ہے کہ اوروں کو جلائے
جل جاتا ہے وہ اپنے ہی شعلوں سے لپٹ کر

جب بُرج اُلٹتے ہیں اُلٹ جاتی ہے ہر بات
ہر بات نظر آتی ہے تقدیر کا چکّر

جو مانگ رہے ہیں اُنہیں مِل جائے بڑائی
مَیں عجز کا پیکر رہوں احقر ہی کا احقر

واماندگیٔ شوق نہ آئے مری رہ میں
ہر گام نسیمؔ اور کرے مجھکو تو نگر

نسیم سیفی

تحریکِ جدید

احمدیہ جماعت کی بنیاد حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ۱۸۸۹ء میں رکھی تھی۔ حضورِ اقدس کی زندگی ہی میں جماعت لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکی تھی۔ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل کے زمانہ میں بھی جماعت کو مزید ترقی ملی۔ لیکن قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر کے زمانے میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت ساری دنیا میں پھیل گئی۔ اور آسمانی جماعتیں جب ترقی کرتی ہیں تو ان کی مخالفت بھی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ حضرت امام جماعتِ احمدیہ (قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر) نے اسی امر کے پیشِ نظر تحریکِ جدید کا اجراء فرمایا۔

چونکہ تحریکِ جدید حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مقاصد ہی کو آگے بڑھانے کی غرض سے جماعت میں رائج کی گئی تھی اس لئے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا گیا ہے۔

(مدیر)

مطالباتِ تحریکِ جدید

۱۹۳۴ء کا اختتام ایک عظیم الشان واقعہ کے آغاز سے ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کی دینی و اشاعتی سرگرمیاں عالمگیر شکل اختیار کر گئیں اور دینِ حق کی اشاعت کا ایک زبردست نظام معرض وجود میں آیا یعنی تحریکِ جدید کا آغاز ہوا سلسلہ کی ترقی میں ممد تحریکات میں سے سب سے بڑی تحریک کا آغاز ایک ایسے وقت میں خدائی منشاء کے مطابق ہوا جب جماعت چاروں اطراف سے مشکلات میں گھری ہوئی تھی ان دنوں بعض طاقتیں ایک منظم سکیم کے تحت پورا زور لگا رہی تھیں کہ کسی طرح احمدیت کے وجود کو ہی ختم کر دیا جائے۔ امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ستمبر اکتوبر اور نومبر ۱۹۳۴ء تک خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت کے ساتھ بصیرت افروز خطبات دیئے جو احباب جماعت کے لئے ایمان اور اخلاص کو بے حد بڑھانے کا موجب بنے۔ حیرت انگیز طور پر افراد جماعت میں قربانی جذبہ دیکھنے میں آیا۔ اپنے ایک خطبہ میں حضور نے فرمایا۔

"اب وقت آگیا ہے کہ اس رنگ میں قربانی کریں جو بہت جلد نتیجہ خیز ہو کر ہمارے قدموں کو اس بلندی تک پہنچا دے جس بلندی تک پہنچانے کے لئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ دنیا میں (آئے) ہیں۔"

پھر فرمایا:۔

"تم نے جس شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر اقرار کیا ہے کہ تم اپنی جانیں اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی وجاہت سب کچھ اس پر قربان کر دو گے۔ وہ تم سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے اور تمہارے مال تم سے مانگتا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ تم آگے بڑھو اور اپنے عہد کو پورا کرو۔"

حضور کے ان خطبات نے افراد جماعت کے اندر ایک عجیب جوش اور ولولہ پیدا کر دیا کہ ہر طرف سے آواز بلند ہو رہی تھی کہ کب وہ سکیم آوے جس کی نشان دہی ان خطبات میں سے ہو رہی ہے۔ بالآخر ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء کے خطبہ میں حضور نے وہ عظیم الشان سکیم دی جو "تحریک جدید" کے نام سے موسوم ہے۔

حضور فرماتے ہیں:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے وہ میری اس تحریک پر آگے آئے گا اور وہ شخص جو

خدا تعالیٰ کے (اس بندہ) کی آواز پر کان نہیں دھرے گا اس کا ایمان کھویا جائے گا۔

نیز فرمایا۔

"اگر تم نے احمدیت کو دیانتداری سے قبول کیا ہے تو اے مردو! اور اے عورتو! تمہارا فرض ہے کہ تحریکِ جدید کے اغراض و مقاصد میں میرے ساتھ تعاون کرو۔ زمین و آسمان کا خدا گواہ ہے کہ جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں اپنے نفس کے لئے نہیں کہہ رہا۔ خدا تعالیٰ ..... کے لئے کہہ رہا ہوں تم آگے بڑھو اور اپنا تن، اپنا من اور اپنا دھن خدا ... کیلئے قربان کردو"

مخلصین جماعت نے جس والہانہ انداز میں اپنے محبوب آقا کی آواز پر لبیک کہا۔ اپنے تو اپنے دشمنانِ احمدیت کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار نے ۲۳ / اپریل ۱۹۳۵ء کو ایک تقریر کے دوران تحریکِ جدید کی کامیابی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"ہم میاں محمود کے دشمن ہیں وہاں ہم اس کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ دیکھو اس نے اپنی اس جماعت کو جو کہ ہندوستان میں ایک تنکے کی مانند ہے کہا کہ مجھے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ چاہیئے۔ جماعت نے ایک لاکھ دے دیا ہے۔ اس کے بعد گیارہ ہزار کا مطالبہ کیا تو اسے دگنا تگنا دے دیا۔" (الفضل ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء)

تحریکِ جدید کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔

"تحریکِ جدید دراصل (دینِ حق) کے احیاء کا نام ہے جدید وہ صرف ان معنوں میں ہے کہ دنیا اس سے ناواقف ہو گئی تھی ورنہ درحقیقت وہ تحریک قدیم ہی ہے ..... رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس طرز پر زندگی بسر کی ہم تحریکِ جدید کے ذریعہ اس کے قریب قریب لوگوں کو لانے کی کوشش کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آج کل دنیا کے حالات ایسے رنگ میں بدل چکے ہیں کہ ہم اپنی طرزِ زندگی کی بالکل وہی شکل نہیں بنا سکتے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی طرزِ زندگی کی شکل تھی مگر اس کے قریب قریب جس حد تک زمانہ کے حالات ہم کو اجازت دیتے ہیں ہم لوگوں کو لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور یہی تحریکِ جدید کی غرض ہے"

اور پھر فرمایا کہ :۔

"تحریکِ جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ ہمارے پاس ایسی رقم جمع ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک آسانی اور سہولت کے ساتھ پہنچایا جا سکے۔ تحریکِ جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تاکہ کچھ افراد ایسے میسر آجائیں جو اپنے آپ کو

خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے وقف کر دیں اور اپنی عمریں اسی کام میں لگا دیں۔ تحریکِ جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تاکہ وہ عزم و استقلال ہماری جماعت میں پیدا ہو جو کام کرنے والی جماعتوں کے اندر پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے۔"

پس تحریکِ جدید قربانیوں ہی کے مطالبہ کا دوسرا نام ہے۔ وقت کی قربانی 'مال' کی قربانی، جذبات کی قربانی، جان کی قربانی یہی قربانیاں تحریکِ جدید کی روح ہیں۔ اور یہی خدائی منشاء ہے کہ دنیا میں جو عظیم انقلاب آنا ہے اس کے لئے سعید روحوں کو تیار کیا جائے اور ان کے اندر قربانی کی روح پیدا کی جائے۔

تحریکِ جدید کے اس عظیم الشان منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضور نے احبابِ جماعت کے سامنے ستائیس مطالبات تحریکِ جدید رکھے تاکہ جماعت کے اندر ایک ایسا ماحول پیدا ہو جائے جس سے جماعت کی ذہنیت اور اقتصادی حالت اچھی ہو جائے اور ان کے اندر ایسا تغیر پیدا کر دیا جائے کہ وہ ہمہ وقت خدمتِ دین کے لئے تیار رہیں اور آئندہ جو بھی قدم اٹھانا پڑے اسے بوجھ نہ خیال کریں بلکہ بشاشتِ قلبی کے ساتھ اسے قبول کریں۔

پھر اس بات کو بھی مدنظر رکھا گیا کہ ہر طبقہ کے لوگوں کو یہ احساس کرا دیا جائے کہ اب وقت بدل چکا ہے۔ اس سکیم کا اثر سب پر ہی پڑے گا۔ جو شخص زیادہ کپڑے بنوانے کا عادی ہے جب وہ جا کر اب اور کپڑا خریدنے لگے گا تو معاً اسے خیال آئے گا کہ اب ہماری حالت بدل چکی ہے۔ جب اس کی بیوی سبزی خریدنے کے لئے کہے گی تو دو تین کی بجائے صرف ایک سبزی منگوائے گی تو فوراً اسے خیال آ جائے گا کہ اب ہمارے لئے زیادہ قربانی کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

پھر اس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ جس قدر اطراف سے جماعت پر حملے ہو رہے تھے سب کا خاتمہ ہو۔ پہلے تو دشمن کے کئی حملے اس لئے چھوڑ دیئے جاتے تھے کہ پہلے فلاں کو دور کر لیں پھر اس طرف توجہ کریں گے مگر اب ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ سب حملوں کا جواب دیا جائے گا۔ نہ صرف جواب دیا جائے گا بلکہ ہر جہت سے دشمن پر حملہ آور بھی ہوں گے۔

پھر اس بات کا بھی خیال رکھا گیا کہ مغربیت کے بڑھتے ہوئے اثر کو جو دنیا کو کھائے جاتا ہے اور دجال کے غلبہ میں ممد ہے اسے دور کیا جائے اور جوں جوں وہ اثر زائل ہوتا جائے گا۔ دینِ حق کی محبت ان کے دلوں میں داخل ہوتی جائے گی۔ اس لئے ہاتھ سے کام کرنے، ایک ہی سالن کھانے کی عادت ڈالنے کی ہدایت کی ہے۔

پھر یہ بھی کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے زیادہ جدوجہد کی جائے کیونکہ ہماری فتح اس سے ہو سکتی ہے۔ اسی لئے دعا کرنا بھی مطالبات تحریکِ جدید میں سے ایک مطالبہ ہے۔

پھر اس بات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ افراد کو اشاعتِ دین کے لئے تیار کیا جائے اور اس کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے اور ایسے مربی پیدا کئے جائیں جو بغیر معاوضہ کے کام کریں ۔

پھر حضور کا منشاء یہ تھا کہ جماعت کو ایسے مقام پر کھڑا کر دیا جائے کہ اگلا قدم اٹھانا سہل ہو۔ اگر آئندہ اور قربانیوں کی ضرورت پڑے تو جماعت تیار ہو اور بغیر مزید جوش پیدا کرنے والی تحریکات کرنے کے جماعت آپ ہی آپ اس کے لئے آمادہ ہو جائے ۔

حضور فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات بھی مدنظر رکھی کہ ہماری جماعت کا تعلق صرف ایک ہی حکومت سے نہ رہے بلکہ ہمارے تعلقات وسیع ہوں۔ کسی حکومت یا رعایا کے ہمارے متعلق خیالات میں تغیر کے باوجود بھی جماعت ترقی کر سکے۔

تحریکِ جدید کی سکیم اگرچہ انتہائی ناموافق اور پرخطر حالات میں جاری کی گئی تھی مگر صورتِ حال جتنی نازک تھی اتنا ہی شاندار خیر مقدم اس سکیم کا افرادِ جماعت کی طرف سے کیا گیا ۔

جیسا کہ حضور فرماتے ہیں :۔

" جس جوش اور جس جذبہ اور ایثار کے ساتھ جماعت کے دوستوں نے پہلے سال کے اعلان کو قبول کیا تھا اور جس کم مائیگی اور کمزوری کے ساتھ ہم نے یہ کام شروع کیا تھا۔ وہ دونوں باتیں ایمان کی تاریخ میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہیں . . . وہ اس بات کی شہادت دے رہی تھی کہ گذشتہ انبیاء کی جماعتوں کو ایسی مشکلات سے ہی دوچار ہونا پڑا ہے۔ پس وہ بے بسی بیکسی اور کم مائیگی بھی ایمان لانے والوں کی جماعت سے ہماری جماعت کو ملاتی تھی اور وہ جوش اور وہ جذبہ اور ایثار جو جماعت نے دکھایا وہ بھی ہمیں ایمان لانے والوں کی جماعت سے ملاتا تھا۔ گویا ۱۹۳۴ء کا نومبر ایک نشان تھا سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں کے لئے وہ ایک دلیل اور برہان تھا۔ سوچنے اور غور کرنے والوں کیلئے کہ یہ جماعت خدا کی طرف سے ہے اور یہ ان ہی قدموں پر چل رہی ہے جن پر گزشتہ انبیاء کی جماعتیں چلتی آئی ہیں ۔"

(الفضل ۲ دسمبر ۱۹۴۹ء)

مالی مطالبات پر جماعت کے اخلاص کا یہ غیر معمولی نمونہ تھا کہ حضور نے احبابِ جماعت کو ۲۷ ہزار کا مطالبہ کیا تھا جو ایک بہت بڑی رقم تھی مگر حضور کی دعاؤں سے مخلصین جماعت نے نہ صرف ستائیس ہزار کے وعدے کئے بلکہ ایک لاکھ دس ہزار کے وعدے پیش کر دیئے اور پھر ان کی وصولی بھی ہو گئی ۔

جماعت کے اس اخلاص اور حضور کی دعاؤں کی قبولیت کے اس نشان نے دشمنانِ احمدیت کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ

دوسرے مطالبات پر بھی شاندار طور پر لبیک کہا مثلاً تحریکِ جدید کا سب سے پہلا مطالبہ جو ہماری تہذیب و تمدن کی عمارت میں بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جماعت کے مخلصین نے اس مطالبہ کے مطابق کھانے لباس علاج سنیما وغیرہ کے بارہ اپنے پیارے آقا کی ہدایات پر سختی سے عمل کیا۔ کھانے کے تکلفات یکسر ختم کر دیئے۔ بعض نے چندے زیادہ لکھوائے اور دو دو تین تین سال تک کوئی نیا کپڑا نہیں بنوایا۔

چنانچہ اخبار رنگین (امرتسر) کے سکھ ایڈیٹر ارجن سنگھ عاجز نے لکھا کہ

"احمدیوں کا امام ان کی گھریلو زندگی پر بھی نگاہ رکھتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً ایسے احکام صادر کرتا ہے جن پر عمل کرنے سے خوشی کی زندگی بسر ہو سکے۔ میں یہاں ان کے امام کے چند احکام کا ذکر کرتا ہوں جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ یہ جماعت کیوں ترقی کر رہی ہے۔

۱۔ امام جماعت نے حال ہی میں جو پروگرام اپنے پیروؤں کے سامنے رکھا ہے ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ہر بڑے یا چھوٹے امیر یا غریب کے دستر خوان پر ایک سے زیادہ کھانا نہ ہو۔ یہ حکم طبی اور اقتصادی پہلوؤں سے پرکھنے کے بعد شاندار نتائج کا ذمہ دار ثابت ہو سکتا ہے۔

یوں تو ہر ایک ریفارمر اور عقلمند اپنے پیروؤں کو اس قسم کا حکم دے سکتا ہے لیکن کونسا ریفارمر ہے جو دعویٰ سے کہہ سکے کہ اس کے سو فیصدی مرید اس کے ایسے حکم کی پوری پوری تعمیل کرنے کے لئے حاضر ہوں گے صرف امام قادیان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے ایسے مریدوں نے جن کے دستر خوانوں پر درجنوں کھانے ہوتے تھے اپنے امام کے حکم کے ماتحت اپنے رویہ میں فوری تبدیلی کر لی ہے اور آج کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ کوئی احمدی اپنے امام کے اس آرڈر کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

۲۔ امام جماعت کا حکم ہے کہ تین سال تک نئے زیور نہ بنوائے جائیں۔ بلا ضرورت کپڑا نہ خریدا جائے۔ عورتیں اپنے کپڑوں میں گوٹا لیس فیتہ یا جھالر وغیرہ کا استعمال ترک کر دیں۔

حیرت ہے کہ اس حکم کے صادر ہوتے ہی تمام احمدی مرد اور عورتیں ہمہ تن گوش ہو جاتی ہیں۔ اور اپنے امام کے اس اشارہ پر ان تمام چیزوں کو ترک کر دیتی ہیں۔ یہ اتنی بڑی قربانی ہے جس کا نتیجہ لازماً یہ ہے کہ یہ گروہ ہندوستان میں سب جماعتوں پر سبقت لے جاوے گا۔ جو لوگ جذبات پر قابو پانے اور جائز خواہشات کو بھی ترک کرنے پر قادر ہو سکتے ہیں وہ کبھی ناجائز خواہشات کا شکار نہیں ہو سکتے۔ اور ظاہر

ہے کہ خواہشات کی پیروی ہی انسان کے تنزل کا ذریعہ ہوتی ہے۔ پس احمدی اس بارہ میں بھی ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

اور ترکِ خواہشات کی سپرٹ ان کے امام نے جس تدبیر اور دانائی سے ان کے اندر پھونک دی ہے وہ قابل صد ہزار تحسین و آفرین ہے اور ہندوستان میں آج صرف ایک امام قادیان ہی ہے جو سر بلند کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کے لاکھوں مرید ایسے موجود ہیں جو اس کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ اور احمدی نہایت فخر سے کہتے ہیں کہ ان کا امام ایک نہایت معاملہ فہم دور اندیش اور ہمدرد بزرگ ہے جس نے کم از کم ان کی دنیاوی زندگی کو بہشتی زندگی بنا دیا ہے اور اس کے عالی شان مشوروں پر عمل کرنے سے دنیا کی زندگی عزت و آبرو سے کٹ سکتی ہے۔"

دعوت حق کیلئے یک ماہی وقف کے مطالبہ کے جواب میں بھی کثیر تعداد میں احباب نے اپنی چھٹیاں ملک میں رضاکارانہ اشاعتِ دین کیلئے وقف کردیں۔ اور ملک کے اندر مختلف اطراف میں کئی وفود نے کام کیا جن کو حضور کی طرف سے تحریرات خوشنودی عطا کی جاتی تھیں پھر سہ سالہ وقف میں بھی افرادِ جماعت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضور نے فرمایا

"یہ قربانی کی روح کہ تین سال کے لئے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا جائے۔ دینِ حق اور ایمان کی رو سے تو کچھ نہیں لیکن موجودہ زمانہ کی حالت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے... اس قسم کی مثال کسی ایک قوم میں بھی جو جماعتِ احمدیہ سے سینکڑوں گنے زیادہ ہو ملنی محال ہے۔"

(الفضل ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء)

حضور کے اس مطالبہ پر کہ بیکار نوجوان باہر غیر ممالک میں نکل جائیں۔ کئی نوجوان اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور نامساعد حالات کے باوجود غیر ممالک میں پہنچ گئے۔ دو نوجوانوں کے بیرون ملک جانے کے بارے میں حضور نے فرمایا۔

"رنگون سے ابھی ہماری جماعت کے دو دوستوں کا مجھے خط ملا ہے۔ ان میں سے ایک جالندھر کا رہنے والا ہے اور ایک اسی جگہ کے قریب کسی اور مقام کا وہ لکھتے ہیں کہ ہم آپ کی اس تحریک کے ماتحت گھر سے پیدل چل پڑے اور اب پیدل چلتے ہوئے رنگون پہنچ گئے ہیں اور آگے کی طرف جا رہے ہیں کجا جالندھر کجا رنگون پندرہ سو میل کا سفر ہے لیکن انہوں نے ہمت کی اور پہنچ گئے۔ راستہ میں بیمار بھی ہوتے لیکن دو ماہ بیمار رہنے کے بعد پھر چل پڑے اب وہ سٹریٹ سیٹلمنٹس کے علاقہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو ہمت کر کے کام کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کام کے راستے پیدا کئے ہوئے ہیں۔"

"یہ خدا کے سپاہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ساری دنیا کو اپنا وطن بنانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور آج ایک طویل زمانہ کے بعد ان کی قابلِ رشک اور کامیاب زندگی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے انہوں نے محض دنیا جمع کرنے کو ہی اپنا مقصد نہیں بنایا بلکہ وہاں جاکر احمدیت کی ایسی شاندار اشاعت کی کہ بہت سی مخلص جماعتیں اور مضبوط جماعتیں ان کے ذریعہ قائم ہوئیں۔

مختصر یہ کہ احباب جماعت کے پیارے آقا کی آواز پر والہانہ انداز میں لبیک کہا اور دینِ حق کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا لیکن جس قدر کام آگے بڑھ رہا ہے اسی قدر احساس بھی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے بہت کم ہے۔ ابھی تو بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر فرد (مرد عورتیں بچے) کو اپنا سب کچھ قربان کرنا ہوگا۔ اور پیارے آقا کے بتائے ہوئے راہنما اصولوں پر چلتے ہوئے آگے سے آگے بڑھنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم احسن طریق پر تمام مطالبات کو پورا کرتے ہوئے دینِ حق کے احیاء کا باعث بنیں۔

اور پھر حضور نے تحریکِ جدید کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایک مستقل تحریک ہے اور تحریکِ جدید کا کام ان مستقل تحریکات میں سے ہے جس میں حصہ لینے والے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مستحق ہونگے جس طرح بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے خاص مورد ہوئے تھے

حضور نے جو مطالبات تحریک جدید پیش فرمائے درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم احسن طریق پر تمام مطالبات کو پورا کرتے ہوئے دینِ حق کے احیاء کا باعث بنیں۔

۱ ۔ سادہ زندگی بسر کریں۔
۲ ۔ امانت فنڈ تحریک جدید میں روپیہ جمع کروائیں۔
۳ ۔ دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب تیار کریں۔
۴ ۔ دینِ حق کی اشاعت ممالک بیرون میں حصہ لیں۔
۵ ۔ رخصت کے ایام خدمتِ دین کے لئے وقف کریں۔
۶ ۔ نوجوان خدمتِ دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔
۷ ۔ وقف رخصتِ موسمی میں حصہ لیں۔
۸ ۔ اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کریں۔
۹ ۔ پنشنر اصحاب اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے پیش کریں۔
۱۰ ۔ وقف جائیداد و آمد میں حصہ لیں
۱۱ ۔ صاحب پوزیشن مختلف جلسوں میں لیکچر دیں
۱۲ ۔ کم از کم پچیس لاکھ کا ایک مستقل ریزرو فنڈ

قائم کریں۔

۱۳ ۔ طلباء کو تعلیم و تربیّت کے لئے مرکزِ سلسلہ میں بھیجیں۔

۱۴ ۔ صاحبِ حیثیت لوگ اپنے بچّوں کے مستقبل کے بارے میں مشورہ طلب کریں۔

۱۵ ۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔

۱۶ ۔ بیکار دنیا میں نکل جائیں۔ خود کمائیں اور کھائیں اور اشاعتِ احمدیت بھی کرتے پھریں۔

۱۷ ۔ جو لوگ بے کار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کرلیں۔

۱۸ ۔ مرکزِ سلسلہ میں مکان بنوائیں۔ یہ دنیا نہیں بلکہ دین ہے

۱۹ ۔ تمدّنِ اسلامی کا قیام کریں

۲۰ ۔ اشاعتِ دین سے متعلق سروے کریں۔

۲۱ ۔ سکیمِ خاص اشاعتِ دین میں جو دوست مالی لحاظ سے حِصّہ لے سکتے ہوں وہ لیں۔

۲۲ ۔ قومی دیانت کا قیام کریں۔

۲۳ ۔ راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔

۲۴ ۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔

۲۵ ۔ حلف الفضول کی قسم کا معاہدہ کریں۔ کہ ہم امانت، عدل و انصاف کو قائم کرینگے

۲۶ ۔ احمدیہ دار القضاء، کا قیام کریں اور اس کے فیصلوں کی پابندی کریں۔

۲۷ ۔ مقاصد تحریکِ جدید کی کامیابی کیلئے خاص طور دعائیں کریں۔

تبدیلئ پتہ

اگر آپ کا پتہ تبدیل ہوگیا ہو اور آپ نے ماہنامہ تحریک جدید کو اس کی اطلاع بھی دے دی ہو تو کم از کم دو ماہ انتظار فرمائیں کہ آپ کا پرچہ نئے پتے پر پہنچنا شروع ہو جائے۔ اگر پتہ کی تبدیلی کی اطلاع مہینہ کے شروع ہی میں مل جائے تو ہو سکتا ہے صرف ایک ماہ اس کا انتظار کرنا پڑے۔

اگر عام حالات میں آپ کا پرچہ تاخیر سے ملتا ہو یا کبھی ملتا ہی نہ ہو تو اپنے حلقہ کے پوسٹ ماسٹر صاحب سے رابطہ پیدا کریں۔

آپ کو معلوم ہی ہے

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل کے مشہور شاگرد

حکیم نظام جان صاحب مرحوم کے دواخانہ کا نام

مشہور دواخانہ

ہو چکا ہے اور خط و کتابت کے لئے آپ

اتنا ہی پتہ کافی ہے

مشہور دواخانہ چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ نمبر ۱

فون: ۴۴۸۴۷ نگران

فون ربوہ: ۶۳۸ حکیم عبدالحمید درجہ اوّل

اچھوتے اور بے مثل ڈیزائنوں میں
بیاہ شادی کے لئے
جڑاؤ و سادہ سیٹ
چاندی کے خوشنما برتن
ٹی سیٹ وغیرہ
فرحت علی جیولرز
کمرشل بلڈنگ شاہراہِ قائداعظم
لاہور
فون۔ ۵۲۶۲۳

کراچی میں
جائیداد کی خرید و فروخت کے لئے
• سلطان احمد طاہر
• سلیمان احمد طاہر
پراپرٹی لنکس سے رابطہ پیدا کیجئے
۷/۲۵۔ کمرشل ایریا
ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی ۴۶
فون نمبر
۵۴۲۳۸۱ ۔ ۵۴۲۳۸۲

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرحیم جیولرز
پروپرائیٹر
سید شوکت علی اینڈ سنز
پتہ
خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری نارتھ ناظم آباد کراچی
فون : ۶۲۹۴۴۳

نرینہ اولاد سے محروم، بے اولاد اور مرض اٹھرا
کی شکار دکھی عورتوں کی کامیاب علاج گاہ
سنہ ۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام
دواخانہ حکیم نظام جان
چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ۔ فون ۷۳۹۹۷
برانچ
اقصیٰ چوک ربوہ۔ فون ۵۵۸

Dr. Salam

Talking to the Old Ravian Association on the 20th of December 1988 the Nobel Laureate Dr. Abdus Salam remarked that Science and technology had to be taken into account for its progress by the politicians. But it is very unfortunate that the dictatorial rulership of the Islamic countries has made it a religious item and they are definitely unaware of the demands of the present age. He further said: We are proud of the Islamic world but in the current century we cannot find a single scientist who can be taken to be a great scientist of the Islamic world. The Nobel Laureate said: Science does not negate the religious beliefs of man rather it strengthens them but it is very unfortunate that the dictatorial rulership of the Islamic countries has taken it to be a confronting and contradicting against religion. So far as Italy is concerned where I generally stay although it is a religious society it has made great progress in science and technology. I have always felt that science is a collective product and a joint inheritance of the whole humanity and as long as the society will continue to widen its aspect it will be making progress.

Dr. Salam said I am sure you will be very unhappy to listen and I am myself pained at it but I must say that progress in the scientific knowledge is based on the broadmindedness of the society. It is not necessary for the scientific progress that a democtatic Government be there, what is really needed is an enlightened and liberal society. I would cite the example of Soviet Union. There are a large number of scientists over there, no less than two a half lac and they are working in various academies. They have their own ways of carrying on their work, analysing them, and giving awards. Of course, if the whole of Russian society becomes democratic as Gorbachev is trying hard for it, the scientific knowledge will definitely get a boost. What will the new Democracy in Pakistan do for science cannot be assessed at the moment. But so far as the previous Government is concerned it can be said that it did not do anything for it. General Zia did not like any change to be made; he only believed in promises. Dr. Salam further said that basically it was the country to work for the promotion of science and technology but this duty falls on the shoulders of the people as a secondary duty. He cited the example of a Prime Minister of Japan who was narrating to someone the progress of physics and activities of the scientists in his own country. He was asked as to how could he get enough time to know all this. The reply was that if he could not have time for so important an affair he had no right to remain a Prime Minister any more.

Indeed, God does whatever He likes. He turns the desolate places into inhabitations and the inhabitations are turned into desolate places. What happened to Babylon? The place which man wanted to make an inhabitation, the Will of God turned it into a desolate place; it became the resting place of the owls. And where man wanted the place to be a desolate place God the Almighty turned it into a central place for the people of the whole world to come together. You should remember it well that it is nothing but foolishness to rely on the medicine and the means and your plans instead of relying on God the Almighty. You should bring about a change in your lives to such an extent that people should begin to realise that yours is a new life. You should be asking for the forgiveness of your sins, much. The people who are awfully busy in the worldly affairs and do not have much time to spare, should be very careful about themselves. Those who are in service (employed somewhere) generally miss the performance of their duty towards God the Almighty.

(Malfoozat Vol. 1, p. 256)

If all the different sciences had been clear and open and easily understandable there would have been no difference between a wise person and an unwise person. Had that been the case, all the sciences would have been ruined and the fine standard for the distinction of various talents and capacities which make a man see and observe better and perfect his self, would have vanished, and since the means would have vanished what other things would have been there over which man would have pondered and thought over

"Study the Quran and the traditions and have a perfect acquaintance with the writings of the Holy Founder. Study the Christian literature and Christian theology thoroughly. It would be an advantage to make a constant study of some of the books on the exposition of the Law, for that is also very important, because you shall have to enlighten people there on the minute practical details of the Deen-i-Haq Law. Let the people see and feel the unity of the Ahmadiyya Movement and the need for it. There should be no mincing of matters about the fact that Deen-i-Haq and Ahmadiyya Movement are not two different things. They are but two names for the same thing. try to efface from the minds of the people the idea that the Ahmadiyya Movement is only the name of a Society. Teach them to the people the tenets of Ahmadiyyat, which means Deen-i-Haq, *i.e.*, to give up one's desires and resign oneself to the will of God. The people of Europe do not hesitate even to question the existence of God. They wish to have religion according to their own way of thinking. With all their legitimate liberty and freedom in worldly concerns they must be made to recognise the necessity for submitting to Divine Law. Do not be over-anxious about the number of converts but be particularly solicitious for true converts. Try and from words lead them on to actions. You have seldom been across a horse, but you are now going to bestride a lion. Many there are who tried to do so, but instead of getting on its back they were gulped down into its stomach. Pray to God that this lion may tamely submit to you. Pray to God when ever you are in any difficulty. If your need is immediate and urgent, and the time is too short for a reply from me, then post a letter to me and pray to God fervently. It is possible that you may meet with a solution of your difficulty even before the receipt of a reply from me. The ways of God are wonderful and past finding out. He is Omniscient and All-Powerful. Try to imbibe Sufi ideas. Moderation in food, speech and sleep is a good remedy. Tahajjud (praying in the latter part of the night) is a good weapon against the materialistic influences of Europe, because people there retire to bed late in the night to wake up when the sun is high up. Go to bed immediately after you have said the *Isha* prayers. It would, of course, interfere a little with your missionary work but trust in God; He will make good your loss in another way. People will be drawn towards you of themselves. Visit the rural population and preach to the poor, the peasants and the labouring classes. These people would readily listen to the Word of God and develop spirituality more rapidly and effectively than the well-to-do classes, because the former are comparatively simpler and quicker to grasp the truth than the latter. Stay for a month or two somewhere near London at some little hamlet and there begin your work with a trust in God and then wait for the result. It is true they are sometimes harsh even to rudeness, but when they will realise the truth, it will not be a half-hearted affair. Do not lose heart on account of their harshness. A patient never takes a medicine joyfully. Consult me before you undertake an important task. God be with you and preserve you against every evil influence and give you strength and power to do good deeds. May your words be inspiring. Bear in mind that England is a land of freedom and liberty. There may be some evil minded men intriguing against the British Government. See that you not only guard yourself against the evil influence of such men, but try to save others from falling victims to the same influence."

(Reproduced from the Review of Religions)

SYMPTOMOTOLOGY PRECEDES PATHOLOGY

SO

CURATIVE

DIAGNOSTIC FORM

WILL

PICTURE THE DISEASE

When and where pathological Diagnosis is not possible.

(Rs. 3/- per copy
Rs. 200/- per hundred)

Curative Med. Co.

(Regd.) Pakistan
H/O Gole Bazar, Rabwah.
Phone 771/606/607

because that will mean the ruining of your mission. Speak the truth boldly. What I mean to say is that Europe is suffering from certain maladies. It would not do to refuse admission into the fold of Deen-i-Haq to a person who accepts all the fundamental principles of it, but is unable to give up all his weaknesses at once. If he is willing to slowly give up his errors and mend his ways, we should not be uncompromising in our demands. Do not narrow the bounds of the Divine Kingdom, yet you should never hesitate to speak out the truth and never shrink from the expression of true beliefs. Convey the truth to others and do not for a moment think of others' rejection of it. Let them disbelieve if they choose to do so, but why should you make yourself guilty in the sight of God by concealing the truth? He is a fool indeed who, in order to prevent his comrade from taking poison, himself takes a large quantity of it. Your own self has a prior right to your care. So if people reject the truth, you should not be tempted to so interpret the Word of God as to make it palatable to your audience. Deen-i-Haq does not stand in need of such preaching. This would be victory for Christianity and not for Deen-i-Haq. Do not swerve even a hair's breadth from the point where Deen-i-Haq has made you stand. Stand your ground firmly and you will find people flocking to you in large numbers. Even an enemy will hate the underhand policy of relinquishing the truth for the sake of making converts. Observe decent economy in food and dress. It is true, people do not like to see things against their etiquette. But if they once come to realise the fact that behind all this lies the fear of God and not a desire to offend their cherished tastes or feelings, they will come to love and revere you. It is not lawful to eat the flesh of an animal that has been killed from the back side of the neck or suffocated to death. The Quran forbids it and the Holy Founder, on inquiry from the intending passengers for England, also forbade it. But if the Jews or Christians slaughter a clean animal by the throat, whether they recite the name of God or not, it is lawful for you to eat of its flesh. Begin eating it with the name of God. The Jews, I hear, are very careful about the matter of slaughtering animals for eating. You may eat that flesh without any misgiving. As the Christians slaughter animals from the backside of the neck or kill them by suffocation you should be careful about the flesh procurable at their shops or hotels. It is lawful for you to eat food cooked by them. Flesh of fish as well as that of a clean animal shot with a gun is also allowed. There is no harm in eating of the same plate with a Christian; for it is not man that is unclean; it is the unclean thing that makes him unclean. You are not allowed to shake hands with women; try to explain beforehand in the best possible way. A lady came to see the Holy Founder. He informed her that the Holy Prophet, may the blesisngs of God be upon him, did not take the hands of ladies in his hand, as it was usual for him to do in the case of men, while performing the initiatory ceremony. This involves no derogation of women; for just as a man is not allowed to shake hands with a woman other than his near relative, similarly, a woman is not allowed to shake hands with a stranger. To remove sin, Deen-i-Haq strikes at the very root. Such precautions are safeguards against evil. Always speak gently and thoughtfully. Never be in haste. Do not give your answer in a hurried manner; never try to evade the question. Try to make others understand with a sincerity rooted in love. Be gentle even when opposed by harshness. Try to do good to every body, no matter what creed he professes, so that he may appreciate the beauty and holy character of Deen-i-Haq. Look after those that may, with God's grace, be enabled to accept Deen-i-Haq through you. Take care of them even as a shepherd does of his flock. Help them in their religious and worldly difficulties to the best of your powers. Share all their troubles in a brotherly way. Pray to God for the strengthening of their faith.

"Pay special attention to the study of the English language. Maintain a respectful and obedient attitude to Chaudhri Fateh Mohammad. As long as he is there, try to act according to his instructions, consistently with the teachings of Deen-i-Haq. Co-operate with him with love and affection and be not in any way a hindrance in his way. Be an active partner in his labours. Your relations should be governed by such mutual regard and love as may elicit wonder and admiration from the people there.

A Word of Advice.

(These directions were given in writing by Hazrat Mirza Bashir-ur-Din Mahmud Ahmad, to Q. Abdullah B.A., B.T., on the occasion of his departure for England as a Murabbi.)

"I seek refuge with Allah against Satan the Rejected. I begin with the name of God the Beneficent, the Merciful. We praise and glorify Him and invoke blessings on His revered Prophet.

"I commit you to God who is one and who has neither wife nor son. May He be your guardian, helper, guide teacher, and leader. Amen! The task with which you have been entrusted is an onerous one, I shoud say it is beyond the power of man. It cannot be accomplished but with His help. The heart of man is in His hands. Regeneration and purification of heart are, then, His work. You should, therefore, repose complete trust in Him. Never entertain even for a moment the idea that you are capable of doing anything. Your heart should ever be full of Divine love and you should steer clear of pride and boasting. Humiliate yourself before God whenever you meet an opponent. Banish the idea from your mind that *you* will answer him—nay, even assure yourself that you do not know anything. Forget all that you know; yet at the same time have a firm faith that God is with you and He will instruct you in all things. Pray to God and do not even for a moment entertain the idea that your adversary will get the better of you. Rest assured that you will be victorious. But at the same time keep in view the Divine independence (*ghina*) and bear in mind that He does not stand in need of human help. He who is proud of his knowledge is brought low even though he be working for the Divine cause. At the same time Divine help is not extended to him who is over-awed by his enemy. So there should be neither pride nor boasting nor fear nor again perturbation of mind. Bear yourself with all humility and faith and face the enemy resolutely. None will overcome you. Even if your opponent ask of you what you do not know the angels of God will come to your help and your tongue will flow with truth, and Divine inspiration will instruct you in all that you require. It is a truth. Doubt it not. The opponent against whom you are being sent is not to be regarded as an ordinary one. For three hundred years, rather more than that, the Muslim missionaries have in vain tried to win him over. He has baffled their attempts at every step. Yet there is no cause for despair, because the Deen-i-Haq that has hitherto fought him was not the real and living Deen-i-Haq. It was only a lifeless skeleton. Who can dispute the fact that even a child can overthrow a skeleton. Attack him with the weapons of the real and living Deen-i-Haq and he will of himself run away.

"Europe is now steeped in materialism. She is the mine of all sciences. She is proud of her knowledge. She is puffed up with the thought that what she thinks to be civilization is the real civilization and that all else is barbarism. People, finding her so far advanced in science, are overawed by her extravagant claims while as a matter of fact the scienes of Europe can not be put in the balance against the knowledge contained in the Quran. Here theories are subject to constant change while the Quranic truths are eternal and unchangeable. Hence he who believes in the Holy Quran cannot for a second be cowed down before her. If he studies her civilization in the light of the Holy Quran, it will appear to him anything but civilization and its bright pearls will appear no more than mere oyster shells. Therefore never be dismayed by the theories of Europe. If they ever begin to vitiate your mind, take to the study of the Holy Quran and the works of the Holy Founder and you will find such knowledge therein as will counteract their unhealthy influence. Bear in mind that you are going to conquer Europe and not be conquered by it. Do not be afraid of her pretensions for they are utterly baseless. Do not yield to the irreligious influences of Europe. But try to bring Europe round to the civilization of Deen-i-Haq; remembering at the same time the injunction of the Holy Prophet i.e., Convey glad tidings to the people and scare them not away. Speak gently. I do not mean to say that you should keep back the truth,

who just look for good things of this life would not be there. I want to deprive you all, of these things. When I say that you should dedicate your holidays for service to Religion, I am actually getting you ready for the service of Religion at any time and for any length of time. When I tell you to go abroad I am getting you ready for migration if the need arises. When I say that the medicines should be of low prices (cheap) I am getting you ready to discard the European civilization so that you can go to the places where the comforts of good medicines are not available. I am trying to cut the chains of the civilization and culture which are trying you down. When the chains of a boat are cut, it can be taken to any side by the waves. I have broken the anchor of the Community and left it to God to take it to anywhere He likes. What do we know which is the country where more of the plans of our progress are available.

Unless our Jamaat imposes limitations on its expenditure and unless the rich and the poor people live a life of equality and unless we have a sense of brotherhood among ourselves and unless our eating habits become simple and also we do the same to our clothings, and the jewellery for the women also becomes simple and we are prepared to make sacrifices and do hard work, we must understand that we cannot make any sacrifices for Religion. If at any time we have to leave our country (migrate to some other place) for the sake of Religion, how shall we do that? If our people have to go behind the bars, how will they be able to stay there? After all, why do the people not find themselves prepared to go to the jails? It is because they fear that the kind of food and the clothes they have at home, will not be available there and they will have to live a hard life. If somebody has abandoned good eating and clothing at home, it would not be difficult for him to live a hard life in the jail. He will say, "the kind of life that I am living here and the kind of life that I will have to live in the jail, do not differ very much".

The Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam, has said "Ad-dunya as-sijno lil momini" i.e. this world is like a prison for the believer. Actually what this Hadees means to tell us is that we should make our lives simple and have the habit of hard work and even out of the jail the life should be a hard one. If one is living that type of life, one will not fear to go to the jail, rather, he will say that there is no difference in the life that I am living at home and the life that I will live in the jail. Of course, one difference is there and that is that while at home I have to use my own money for buying the food while in the jail I will be fed at the cost of others".

In short, the principles of Tahrik-i-Jadid are such that if the people act upon them, they will find out that they are a Must for the national progress and today, when even the other people are acting upon these principles, our Jamaat must take a lesson from them and they should act upon these principles much more than before and keep this Tahrik alive. There are Secretaries of Tahrik-i-Jadid in all the Jamaats; they must remember that their assignment is not just to collect the Funds, they have to see to it that the people act upon other demands as well. (Hazrat Fazl-i-Omar in his Friday Sermon reported in the Al-Fazl on the 15th of November, 1946)

So far as the sincerity of the Community in general is concerned there is no doubt about it that with the grace of God in this period of tribulations this standard has risen greatly and there is a spirit of coordination in the good deeds. A large number of people are very anxious to give response to one call when they are invited towards doing good. When I see this response of the Jamaat my heart is filled with the praises of God. But it must be remembered that this sincerity in itself is of no value whatsoever unless it leads one to a permanent relationship with God the Almighty. Unless that happens, there is no guarantee of the safety of this sincerity. It cannot be safe unless it is preserved in the containers of servitude. If that is not done, it will be just like the changing seasons. Sometimes it is very hot and then cold wind begins to blow. Sometimes it is very cold and then it becomes pleasant. But these things continue changing, one after the other. So far as servitude to God is concerned it is not a seasonal condition; it is a permanent part of one's life.

Tahrik-i-Jadid

ing less than disrespect. Every effort should be made to imbibe good morals in the youth.

They should be truthful and honest. They should be honest in their individual affairs as well as in the collective affairs (i.e. the affairs of the Community); in the trading affairs and in their service. Rebellion must be crushed. One should think that it is better for him to die than to be rebellious and traitor. The health of the young people should also be looked after, for, it affects the intellectual powers as well. The small children should be told stories which will raise the standard of their morals, and make them broadminded and strong and courageous with national sympathies. Games for the children should be made more and more useful; they should not be meant only for the physique but also for the intellectual advancement, and they should also help the children in their future life, for example swimming, shooting, running and closing the eyes and trying to find out who passed by them or touching the person and trying to find out who the person was and general physical training. Education should be expanded as much as possible. The intellectual power of the youth should be polished so that they can grasp the significance of things and they are quite alert and aware of what happens around them. Of course this can be done through perfect concentration and in some cases, this is produced by punishment. The punishment is a good thing; it should be a form of reformation. It is something very important. As a matter of fact punishment is a treasure of mercy from God the Almighty; without the fear of punishment there can be no advancement in intelligence. They should be made steadfast; whether they understand something or they do not, they must continue doing it. Of course, when they are told to do it.

The things that are to be done for the sake of God are not to be left to the Presidents or the Secretaries of the Jamaat. On the Day of Judgment God will not ask any of the Jamaats, what type of Presidents and Secretaries did they have. He will ask the individuals as to what type of life they lived. If a President or a Secretary was in-active and the people were not able to take part in religious affairs because of him, God will not forgive them rather He will say that everyone of you was a Secretary and a President and it was an obligation for you to have taken up the work in your hands, in case the Secretary or the President was inactive. . . . . No Jamaat should be satisfied that they have taken part in the Tahrik-i-Jadid; they should not set at rest unless all the Jamaats have participated in this scheme.

(Hazrat Fazl-i-Omar
in his Friday Sermon, January 15, 1937)

On the 22nd of January 1937 Hazrat Fazl-i-Omar said: I should like to draw the attention of the Jamaat once again to the fact that the Tahrik-i-Jadid cannot be the cause of your success unless you work hard, day and night; unless you have a good grip over your nights and over your days, and unless you have formed the habit that you will do the work in such a way that either death overtakes you or you achieve the highest success. Unless somebody regulates his life properly success cannot be achieved by him.

I should like to tell you that the appeal fc the Funds is one hundredth part of the who scheme. The demands that I have placed befo you in connection with this Tahrik are very, very beneficial and important. That being the case, it is very essential that they should be acted upon. Mere collection of money cannot be of any avail. The real work is the one that the members of the Jamaat have to do themselves. The money is required for such parts of the scheme as cannot be acted upon directly by the members of the Community. The Holy Quran nowhere tells us that any of the prophets achieved success through the hired labourers; there has never been a prophet of that type: who engaged the preachers and teachers. The Holy Founder of the Community also did not have a single person who was paid to do this kind of work. Unless every member of the Jamaat comes forward and enters into the Field we cannot achieve success. We should be quite prepared to die at the hands of the tyrant with his sword, and as a matter of fact, the basis of my programme is nothing but this very thing. When I say that you should not take good food, it actually means that he who lives for taking good food will not be there. When I say you should not put on good clothes, I mean those

where on foot, he will not mind, and he will go on foot wherever he might have to go in the whole world: And wherever he is sent, there he will go. If he is told to bear the expences of the journey himself, he will do so with pleasure. All these things are such that the one who makes the pledge of Dedication of life, reads them, hears them and puts his signature on thsm.

(Al-fazl Sept. 21, 1946. Hazrat Fazl-i-Omar.)

The friends should keep it in mind that the dedication is the basis of our progress. But dedication must be of the type wherein the raising of questions must not arise. Every Ahmadi should understand it well that his life and his belongings are all for Religion and for Ahmadiyyat. (Hazrat Fazl-i-Omar in his sermon reported in the Al-Fazl for 21st September, 1946.)

---:o:---

When I inaugurated the Tahrik-i-Jadid, I had this in mind that the people should take only one dish. What I really meant was that when one would take only dish his dish would be such that would satisfy his hunger; were he to take only one dish, he would not take the kind of dish that may be tasty but leave him hungry. For example, ketchups and this kind of other things are not the things that can satisfy the hunger. They are just for the change of the taste. Also taking of one dish would mean that he would leave all those dishes which are not meant for the satisfaction of hunger. Thus, God has made really things easy for us; what is painful for the people of Europe, is no more painful for us, rather we take it to be a luxury. (Hazrat Fazl-i-Omar, Friday Sermon, 30th of April, 1943.)

The people who are used to have various dishes at their table cannot make any financial sacrifice nor can they sacrifice their lives, unless they bring about a change in their circumstances and their eating habits become simple.

Only one dish should be used at a time. Every Ahmadi who wishes to join us in this campaign must make a pledge that from now onward he will use one dish at a time. Of course, bread and soup or rice and soup will be considered as one dish. They will not be taken as two things. If you have bread and two soups or you have rice and two soups, that will not be permitted to you. Even in very ordinary homes, women are wont to have more than one thing on the table just to change the taste. But, of course, from now onward this will not be permitted. (Hazrat Fazl-i-Omar Friday Sermon, April 7, 1937)

In his various Friday Sermons, Hazrat Fazl-i-Omar gave the following instructions to the Khuddamul Ahmadiyya.

You should work according to a well chalked out plan.

You should try to instill a national spirit in your members.

The organisation of the Jamaat should be made conspicuous; the individuals should be made subservient to the organisation of the Jamaat; they should try to limit their own rights by themselves.

Whenever any move is made or appeal is launched, they should take note of their members as to how many of them have participated and how many have not.

Religious education should be imparted to all of them.

They should be made to realise the significance of dignity. They should not be allowed to loiter about with their arms around the necks of one another and holding each other's hands. All these things are below the dignity of nice people. They should know that going about aimlessly is the root of all the evils. Doing nothing is also not good and likewise discussing the matters aimlessly – the only object being the defeat of the other party. The psychologists tell us that the places where the discussions of this type are conducted are the worst places, and the hearts get rusty over there. If someting has been specifically said by God or an opinion has been expressed by His Messenger, no discussion should take place about it; to discuss such things would be noth-

The Religious Dispensations are bound to become the target of artillery and they cannot make any progress unless they have a hanging sword of tyrrany on their heads. That being the case it is essential that they must have branches in various countries of the world so that if they have to undergo tyrrany in one country, they can make progress in another, where they have peace; and, also, it is necessary to do that, so that their religious literature may remain safe and secure. Whoever takes this Dispensation to be a Divine Dispensation, he must be prepared for this and he who does not understand this point, really does not understand this Dispensation at all. The fact is that the Ahmadi Dispensation does not consider itself safe in any one country. Unless we look for a place in every country, we cannot achieve success. Our likeness is that of a beggar who knocks at every door. We also have to go about in the world to look for new avenues. (Hazrat Fazl-i-Omar in his Friday Sermon on the 10th of January 1936).

The 21st demand was in connection with individual as well collective honesty. Huzur said: So far as popularity of the Jamaat as an honest Jamaat is concerned, it is not based on individuals. The popularity comes from the collective honesty. Then and only then the people will be prepared to give you money, when they will be able to realise that the Ahmadis can never be dishonest. If you can reach that standard of truthfulness, one person will accuse you while one hundred persons will rebut him and tell everybody that the Ahmadis cannot tell lies.

The 22nd demand was about the rights of the women. In reply to a letter from someone, Huzur said: An Ahmadi who has two wives and does not do justice to them, is not an Ahmadi at all.

The 23rd demand of Tahrik-i-Jadid was that the Ahmadis should work with their own hands to make the paths wider and straighter and to level the places and remove the dirt so that whoever passes that way should be able to know that this is the quarter or the village of the Ahmadiyya Jamaat.

The sacrifice offered by Hazrat Ibrahim, alaihis salam, gives us a lesson. The lesson is that if one sacrifices one's children, he gets an increase in the posterity and, therefore, anyone wishing to have a large number of people as his posterity and also wishing that they should spread far and wide and his coming generations may be honoured, he should sacrifice his children in the way of Religion. This is such a method that our friends must benefit from it. If they wish that their coming generations should spread everywhere and they should be remembered with honour for thousands of years, they should follow the practice of Hazrat Ibrahim. And it must be remembered that Hazrat Ibrahim was not in any way a relation of God that somebody might think that it was because of this relation that he was blessed so abundantly. Whoever follows in his footsteps and whoever sacrifices himself and his children (good ones) can be the recipient of blessings from God, which were given by H[illegible] to Hazrat Ibrahim, alaihissalam.

(Hazrat Fazl-i-C
Khutba Eidul Azhiya, Jan. 9, [illegible]

Talking to the Majlis-i-Mushawarat ir[illegible] 1948, Hazrat Fazl-i-Omar said: Whe[illegible] parents dedicate the lives of their c[illegible] they become deserving of rewards. But [illegible] course they must be telling their children that when they grow up they themselves have to dedicate their lives; all this time they must try to train their children in such a way that they may be able to serve the Community. So far as the children whose lives have been dedicated are concerned, they can be considered to be good and blessed only if when they grow up and they have the understanding of everything around them, they offer themselves for dedication, for, if they do not offer themselves, the pledge made by their parents in connection with their dedication will not be acceptable, and no assignment will be given to them nor will they be considered as dedicators till they have offered their lives themselves.

At least the people who dedicate their lives should be in a position to understand the significance of the Bai'at and of the dedication of life. When a person dedicates his life, he, of his own accord, makes a pledge – a contract – that he will never consider himself deserving of any salary. That is, if need be, he will go hungry and do the work. If he is to go some-

an unemployed person. (Huzur said this is his Friday Sermon on the 29th of November, 1935).

Having placed eighteen demands before the Community Hazrat Fazl-i-Omar said: One thing has been left and that is something that can be acted upon by everybody. Of course, the poor people can participate in it more than others. Whatever, the worldly means we might be able to gather, they are, after all, the worldly means and our progress does not depend on them. Our progress will be achieved through the heavenly means. And though this item is the most important one, I have left it till the end of the demands and that is Supplications to God. The people who cannot participate in any of these demands and cannot work according to them, should, especially, lay stress on supplications and they should ask God that He may grant the people who are participating, the power to do the work and He may bless the work that they do. Our triumph will not be achieved through the material means. It will be achieved through spiritual means. If we have real and true faith in our hearts, and we devote ourselves totally for God, it will not be difficult for us to win over the whole world. The Holy Founder of the Community used to say that if forty people could gird up their loins they would win over the whole world. The people who cannot do anything, should be praying to God that He may produce that type of forty believers: the forty believers of the type that the Holy Founder said they could win over the world. That being the case those who are lame and disabled, who are given by others to eat and who can go to the toilet only with the help of others, and the sick and the ailing people who are always lying in their beds but they wish that if they had the strength and if they had good health, they also would have served Religion, I tell them that God the Almighty has granted them also a chance for the service of Religion. They should knock the door of God with prayers and while lying in their beds, they should try to move the Seat of God so that success may be achieved. Also, those who are illiterate and even dullards and are worrying themselves that if they had been learned and they had good brains, they also would have gone out to serve the Religion. I tell them that their God is also there. He does not care for floral speeches. He looks to the hearts. In their own simple and straightforward way, they should supplicate to God and He will listen to them and He will help them. Thus, the people who cannot fulfil these demands because of their personal inability, I have told them of a plan which will make them participants in those demands. I must tell you that this suggestion (this demand) is the most excellent and important one. Those who are lying in the bed because they are disabled, those who do not know how to talk to the people, those who are not very intelligent, those who are sick and ailing and those who are behind the bars, those who are undergoing troubles and tribulations of various kinds, in fact, all those who wish to work but cannot do anything should act upon this suggestion of mine. And if they do that they will not be left behind anybody in deserving the rewards. They can tell God that the only thing they had, was their heart and it is the very heart that they have offered. And God the Almighty will appreciate their hearts very much and give them the same kind of reward as He will give to those who will be doing the work.
(The Daily Al-Fazl, No. 29, 1934)

On the occasion of the Annual Conference, 1937, Hazrat Fazl-i-Omar said: The first thing that I should like to tell you is such that I would like the Jamaat to decide here and now that they would not do it as from tomorrow (i.e. from now onward) and that is that the sisters, the wives and the mothers are not given their share in the inheritance; the share that is due to them according to our Religion. Every sincere Ahmadi should make a pledge that he will not do this. He will definitely give the due share in inheritance to the sisters, the wives and the mothers. Whoever will not do that, will be thrown away from the Jamaat. (It is interesting to note that when Huzur said these words all the Ahmadis stood up and shouted Labbaik (i.e. they completely agree to obey his instructions).

merical strength and of inability. Whoever does not achieve success must undergo punishment. That is why one of the principles that have been laid down is that you must always be prepared to take the punishment. We cannot assess our responsibility very correctly and the result is that the brain does not fully work, rather, it looks for avenues to run away from the field. Every dedicator must know it full well that however hard the situations might be, the responsibility of failure lies with him.

As for the courageous person, it is only he who can make sacrifice of every type. The one who can make a sacrifice of a particular type – and of no other kind – is not a courageous person at all. The sacrifice of time is a very important sacrifice and it must be understood that in this respect the greater sacrifice is of the time which generally the people take to be the waste of time. The people take it to be a sin. I tell you that it becomes a sacrifice; it is really counted as a sacrifice of a high order. Just as the people who are waiting for the prayer to start, are counted as the people who are really engaged in the prayer. Ordinarily it seems to be a waste of time but the fact is that this is a display of the grenadeur of the prayer. When one is waiting for the objective to be achieved, one is really making a great sacrifice. This kind of waiting must never be termed as waste of time. This, now-a-days adds to one's knowledge and the knowledge is acquired through the realisation of the significance of the things concerned.

One of the aims of dedication is that falsehood should be effaced altogether. However small the falsehood, he will be severely punished. He can be removed from dedication and announcement might be made to inform all the members of the Jamaat; even if it be for the sake of Religion, you can't tell lies. You may refuse to tell the truth but you cannot make a statement against the truth. Of course, in the courts of our Religion one cannot refuse to give evidence. That can be done in the other courts. When this is done there, one might be punished for which one is to keep oneself prepared. The dedicators must see to it that they mould the character of the Jamaat in such a way that they always tell the truth. Our progress is not connected with falsehood. Our Religion tells us to be straightforward in all that we say. The people should be so conscious of it that whoever tells a lie should come forward and say that since he has told a lie his dedication may be cancelled. And he should also be prepared to accept the punishment. Our wits become weak when we do not throw pressure on our brain during the times of hardship, and we begin to look for excuses. Otherwise, if, when we are undergoing hardships, we use our wits and common sense we will definitely find out a solution in no time. (These are the instructions for the dedicators under the scheme of Tahrik-i-Jadid which were given to them by Hazrat Fazl-i-Omar on different occasions.)

(Mutalibat Tahrik-i-Jadid)

Talking to the young men of the Ahmad
Jamaat in his Friday sermon on the 1
January 1936 Hazrat Fazl-i-Omar sai
alia: You should try to make yourse
capable people and continue advancin
lines. Not only in Religion but also i
dly affairs. You should become ve
people. In every art and in every
So much so that there should be
work in the world where people, oth
members of the Community, are
to be more capable. You should be the best of iron smiths; you should be the best of carpenters; you should be the best of the masons and the best of the Chemists and the best of weavers and the best of the mechanics. When you will rise with this determination and you will go all about in the land, the Angels of God will shower blessings on you and any work that you do, even if you do something worldly, you will be rewarded for it. for, you will be doing all this kind of things to see the fulfilment of the prophecy given by God. Ahmadi friends should form the habit of doing everything with their own hands; their food should be simple their dress should be simple and they should offer themselves for the service of Religion. None of the Ahmadis should be unemployed. Even if they have to sweep a place, they should get the employment for it. They must know that that will prove beneficial to them. Whatever they can get, they must do it. I say repeatedly that none of you should be

My advice to the young men of the Community is that they should have broadmindedness and courage. Look at the British people: how did they spread all over the world. There was a time when they were just as weak as we are today. The law of nature is that whoever goes out for the worldly means, God the Almighty grants him his wish and gives him the rulership of this world. Likewise, he who goes out for Religion, he also is granted his wish in this respect. (Hazrat Fazl-i-Omar in his Friday Sermon on 26th of Nov. 1936)

Whoever dedicates his life must understand it well that his dedication does not mean that he must be accepted. Only those who are considered to be suitable are accepted from among all those who dedicate their lives, and the rest of them are left out. But whoever dedicates his life, he is indeed a dedicator for the whole of his life in the sight of God. The simple fact that I have rejected him does not mean that he has been rejected by God, too. Whether we accept him or we do not accept him he is a dedicator in the sight of God and wherever he might be employed, whenever his services are required by the Jamaat it is his obligation to present himself, even though he might be rejected once again. And if he is rejected once again, whatever he might be doing he must give quite a good amount of time to the religious work (through the organisation of the Community) otherwise, he will be considered to have one against his pledge of dedication. When a man promises to God that he would like to dedicate his life but the Head of the Community rejects him, he cannot think of himself as a person who had been relieved of his dedication, and if he does think like that he will be going against the promise that he made to God, for, if he has once dedicated himself, whether accepted or not, he cannot get himself relieved of this pledge. If he is not accepted for the religious service and he is a Doctor, he is duty bound to limit his practice and give some time to Religion and if he gets a service somewhere, there also he should try to spare some time for the service of Religion. All the time he should continue moving forward in this assignment of his, and whenever he hears an appeal (for dedication of life) he should again come forward and dedicate himself and tell us that he was not accepted on such and such occasion but he would like to dedicate himself once again. Even though he might not be accepted, the whole of his life, he is duty bound to be offering himself on every occasion that an appeal is made for it. And if he does not do that, he will be considered to be a traitor and the one who has broken his pledge that he made to God. Thus whoever dedicates himself at any time, must realise that he cannot be relieved of this pledge of his -- the pledge between God and His servant. Whether the people accept him or they do not accept him, this pledge cannot be broken. Rather, even if he had just thought of it, that he would dedicate himself, it simply is not possible that he should break this pledge.

(Hazrat Fazl-i-Omar in his Friday sermon on 1.10.1943.)

This must be well understood that it is not true that good health enables the man to work hard; it is the cheerfulness that does that. You must always continue realising what your responsibilities are, and whenever you feel that you cannot cope with the conditions of the contract, you should get away from it. The people who make real progress in life do so, not because of their daily routine, for, the daily routine is just to maintain the collective life and this is the least that a people must have. We must be thinking over things that we have to do later on; we should also try to find out what our opponents are doing and how the world is making progress. Also, the way we have to compete with them. The youth of the Community must work with the spirit that they have to do so without the money (unmindful of what they are paid). Unless we take the responsibility of the results, we cannot make any progress. It is a very wrong notion upheld by the people that although man does every thing, it is God who produces the results. They also misunderstand the significance of trust and reliance. Individual sacrifice is very essential so that the people (the group) may not become inactive. The General who is faced with defeat, shoots himself, for, he believes that his task is to be victorious. Our Religion also tells us that the Hell is the abode of those who retreat. There is no question of the smallness of the nu-

the houses (the buildings) of Religion may be sold out: his landed property may remain in tact while the landed property of the Jamaat may be sold out. All the time that we have sincere members like this, it definitely cannot happen (that the landed property of the Jamaat may have to be sold). Unless every penny that we have, is used up and unless every bit of our belonging has been put to use for Religion, the landed property of the Jamaat must not be sold. (Hazrat Fazl-i-Omar on the occasion of Majlis-i-Mushawarat, 1927)

Only such young Ahmadis should offer themselves for the dedication of their life as are prepared to display complete and perfect obedience and who are prepared to use their wits and work hard and do everything with all the sincerity at their command and are also capable of doing these things. These dedications can prove useful only if the dedicators have these qualities. Nothing can be done without ability and obedience. The dedication of one's life is not enough. Dedication must be coupled with hard work, sacrifice and obedience. Dedication does not mean that even if the person is not suitable for any work, he should be accepted or that if he is found unsuitable, he should not be sent away. Or he should not be punished. That being the case, only such people should offer themselves for dedication who are prepared to accept the punishment when it becomes necessary that they should be punished. I should also like to draw the attention of the friends that this is a very rewarding act. This is a very good opportunity for those who know English or Arabic. Both the types of young men are needed and they should offer themselves. Even those who have passed the Matriculation Examination or those who do not have the Degree of Maulvi Fazil but they know Arabic well, can also offer their lives for dedication. Although the right to accept this dedication is ours: those who will offer themselves and be prepared for hard work and make sacrifices and they will do so for the pleasure of God unmindful of everything that happens around them, and who will have only one aim before them, that is, the spreading of Religion and who are prepared that any time they are found unsuitable they will be removed even though they might have to suffer great losses, are the people who should dedicate their lives. (Hazrat Fazl-i-Omar in his Friday Sermon of November, 1935 and on the 17th of December, 1937)

---:o:---

The people whose members are nor prepared to take punishment have always been annihilated. So far as punishment is concerned it is a very important factor for the collective life of the people. It is a Must for every believer to take the punishment (when it is decided that he should be punished) especially those who have dedicated their life: it becomes still more important for them. That being the case. I must say that in addition to the five qualities that I have already mentioned, it is essential that the dedicators must be prepared to get the punishment when it is meted out to them. They should not complain later on that had they not been accepted as dedicator, they would have got such and such employment and that by turning them away at this stage, two years of theirs have been wasted.

(Hazrat Fazl-i-Omar
In a Friday Sermon on 17th of Dec. 1937,

He who understands the significance of obedience (the validity or the expedience of the instruction given) the why and what is never asked by him about the instructions. It must be understood that complete and perfect loyalty and obedience are very essential and it is not only to be offered to the Head of the Community; some people are greatly mistaken in thinking that they have to obey only what the Head of the Community says and that the instructions from other officers are not so very essential. Whereas the fact is that the people who have been appointed by the Head of the Community are also to be obeyed the same way as the Head of the Community is to be obeyed, for, as everybody knows, the Head of the Community cannot make his voice reach everybody directly (all over the world).

(Friday Sermon on 17th December, 1937)

---:o:---

Hazrat Fazl-i-Omar Says:

Talking of sacrifices, Hazrat Fazl-i-Omar said: These things are such that they should be repeated again and again. Whatever you might be doing, whether you are taking your meals or you are doing something else, you should be talking of these things to your wives and to your children, to your dear ones and to your relatives and they must be convinced of these things. They must be made to realise that this is the Divine Community and the Divine Communities do not make any progress without hardships. That being the case, they must continue repeating these things till they become like a Wird or a Wazeefa and even if a small child is asked how Ahmadiyyat can make progress, he should very spontaneously say: "We cannot make progress without sacrifices and without giving our life for it" and that he himself is quite prepared for it. If a woman is asked the same question her answer should be the same and if a man is asked this question his answer, too, should be the same. In short, these things must be repeated again and again and an atmosphere should be created where the people find themselves very alert and are prepared to make sacrifices.

(Majlis-i-Mushawarat,
Hazrat Fazl-i-Omar, April 1938).

It is very essential that the dress must be simple. I have observed that there is a marked distinction between the rich and the poor and this is the result of there being no simplicity in the pattern of dress. The rich people go on caring for their dress and they always apprehend that they might not be soiled with a blot .... Rather I will say that if someone has only one pair of clothes and he cares for it to such an extent that he would not like to get a blot on it and thus he hates the poor, this person has not acted upon the demands of the Tahrik-i-Jadid, as compared with him, I will take that other person a simple one who has two or three pairs of clothes but does not exercise so much of care for them that it may create a distinction between the poor and the rich. As a matter of fact, to wear the kind of dress that may bring about a distinction among the people is very undesirable, for, it creates a disorder even though the person concerned may have only one or two pairs of his clothese.

(Hazrat Fazl-i-Omar,
Khutba Juma, Feb. 4, 1938).

Experience shows that he who has not engaged himself in doing something after getting retirement (Pension) becomes a useless person. If somebody is doing nothing, his expectancy of life is shortened. That being the case, you must offer the rest of your life (after retirement) to God so that when you pass away from this world you can tell God that whatever time of leisure you had, you used it for His Religion. What greater good fortune a person can have than getting the reward without making much of sacrifice. A competition is taking place in the world and it is your duty to supercede others ; you should go ahead of them.

(Hazrat Fazl-i-Omar
in his Friday Sermon on January 10, 1936)

The Holy Founder of the Ahmadiyya Jamaat says: We have been sent to the world to put up the buildings of the hearts; what have we to do with the buildings of the bricks and the stones. He also says: Let the people in future put up buildigns with marble and work on them with gold; let these things be left to them. Come along, let us put up the buildings of the hearts. Even if we have to sell these buildings of bricks and stones that we have now, we should not mind. All these things are there till the time that we think our objective has been achieved (i.e. these buildings etc., are meant to achieve the objective). When Religion will demand, we will not mind selling all of them. No Ahmadi, jealous of Religion, (who cares for religion more than other things), will like that his house may remain intact while

The person who has got himself initiated should try to find out whether he is only a shell or a kernel. Unless he becomes a kernel, his claim to faith, affection, obedience, Baiat, certainty, followership and his claim to being a true follower of the Religion of submission cannot be termed as a true claim. You should remember it well that God only cares for the kernel and He does not give any value to the shell. Nobody knows when he would pass away from this world; although it is quite sure that he has to pass away. You should never be content with the mere claim that one can make; do not be content with it nor be happy with it; it is of no use whatsoever. Unless a man 'dies' many a time and he brings about many changes and revolutions, he cannot attain to the real objective of humanity.

(Malfoozat Vol. 2, pp. 166, 167)

This verse (*Qul in kuntum tohibboonallaha fat-tabi-oonee yohbibkomullah wa yaghfir lakum zonoobakum*) very clearly shows that whoever chalks out his own programmes and practices (for religious rituals) and strives hard in his own way, does not deserve to be the recipient of the communion of God. Nobody can have the blessings of God descending on him unless he offers complete obedience to the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam. He who gets himself merged in the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam, through his perfect obedience to him and gets himself lost in the love of the Holy Prophet and dies every kind of death for his sake becomes the recipient of the light of faith, love and charm and frees himself from all the relations with others than God the Almighty; it becomes the cause of removal of all the sins and the attainment of salvation. In this very world he gets a pure life and is taken out of the dark graves of evil passions. The Hadees *anal haashirullazee yohsharannaso ala qadamee*: i.e. I am the person on whose feet the dead will be raised to life, also points to the same fact

In short, these are the things which bring about salvation which is not attainable without living this kind of life and which can be had through the Holy Spirit. This verse of the Holy Qur'an clearly points to the fact that—and claims—this kind of spiritual life can be had through the perfect obedience to the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam. All the people who oppose the Holy Prophet because of their enmity for him are under the influence of the Satan and have nothing of the sort of pure life in them. They are apparently living but in fact they are dead, for, the Satan has full control over them. What a pity such a person does not remember that one day he has to pass away from this world. And how far is death from him? He who is fifty years old, may live a few years more—two to four years—or at the most ten years more. Thereafter he has to die. Death is certain like anything and nobody can escape it. I could see that the people are very anxious to make calculations of their wealth—they go to the extreme in this matter. But they do not think of their life, the very thing which must be thought about.

(Malfoozat Vol. 2 pp. 183, 184)

Somebody asked the Holy Founder of the Jamaat to pray for him that God may grant him children. Hazrat replied: You should be asking for the forgiveness of your sins very much (by saying Astaghfirullaha Rabbee min Kulli zanbin wa atoobo ilaihi). The sins are forgiven through it and God the Almighty also grants children. You should remember that certainty is something very great. He who is perfect in his certainty finds that God Himself holds his hand and guides him and leads him (to the destination of the fulfilment of his genuine desires).

(Malfoozat Vol. 2, p. 209)

It must be remembered that it is not enc for the achievement and progress of the nation that one generation be set right. The programmes which have a long duration can achieve success only if many generations, one after the other, continue working for it. If they do not work for it as long as the programme demands, they can never achieve success and if the programme remains incomplete, it only means that whatever had been done by the people who had gone before them — their hard work, their efforts, their sacrifices — has gone waste.

The Al-Fazl February 16, 1939

mother does not fulfil all the desires of the child. If he wishes to get hold of a snake or fire, she does not let him have it. That being the case one must never be despaired of God. One should rather try to advance in his faith and God-realisation.

(Malfoozat Vol. 2, pp. 383-384)

This life is very short. One must never hide the evidence. When a man goes to the king with a present for him—may be an apple and that apple is rotten on one side, do you think he will get anything from the king as a sign of gratefulness for this apple. If one keeps oneself hidden, he will find that a lot of the rights go unfulfilled. Take for example the congregational prayer, visiting the sick person, Janaza, Eid Prayer etc. Can anyone perform these things if he remains hidden (and does not come out of his house). Man really looks after his personal gain but that is a great mistake on his part. Do you apprehend that if you give evidence your livelihood will be snatched from you. God the Almighty says: *wa fis-samaa-i rizqokum wa ma too-a-doona fawa Rabbis-samaa-i-walarzi innahoo la-haqqun*

The man who does not believe, even though he finds indications for the truth and proofs are also presented to him, the person who does not think good of others and does not exercise patience rather on the other hand

That is, your provision is there in the heavens. I swear by God that it is true. Who is there on this earth who can snatch away one's livelihood or who may be able to provide more than God wills to provide. *Wa howa yatawallas-saaliheen.* He takes the responsibility of the righteous people. Who is there who can hurt the righteous person and if a calamity does befall a man *manyat-taqillaha yaj-al-lahoo makhrajan* (he who fears God i.e. whoever is righteous, God provides the means and the way for him. Whoever is righteous—fears God—God opens up the way for him to come out of the difficulties which surround him and He grants the provision to the righteous people from where they could never imagine. These are the promises of God and who fulfils his promises more than God the Almighty. You should, therefore, have faith in God; those who fear Him are never wasted.

(Malfoozat Vol. 2, p. 392)

he continues looking for things through which he may refute (the truth), he who witnesses Signs of God and comes across strong proofs but he insists on rejecting them, must fear about himself; this is the way of the unfortunate people. This kind of people have never benefited by being told what is good and what is bad. Whenever they hear the message of God the Almighty, and whenever they are called by the one who is commissioned by God to reform the world, they begin to oppose him unduly and get themselves busy in refuting and getting him rejected by the people. Since man continues making progress, be it in the matters of friendship or in the matters of enmity—he advances farther and begins to challenge the truth for great duels and then a time comes which he is destined for his ruination.

That exactly is what happened in the days of the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam. One group of people advanced so much in their faith that they got themselves slaughtered like the goats, on receiving the commandment of God the Almighty. They did not care for the wives and the children. They were made to drink the beverage of love to such an extent that they set aside everything and gave away their lives. That really shows how greatly they proved to be obedient to the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam.

Do not think that God will be pleased with you simply because you have got yourselves initiated at my hands, this is just like the shell; the kernel is inside this shell. As you know, generally, there is a shell over the kernel. The shell is not of any value. It is the kernel that is put to use. There are certain shells which lose the kernel and thus they are like the false (airy) eggs of the hen which do not have any yoke or white in them; these eggs are of no use; they are thrown away. Of course, children might play with them for a minute or two. Likewise, the person who claims to have got himself initiated and also says that he possesses faith, should have apprehensions about himself, if he is devoid of the kernel of both these things. A time may come when like the false egg he might be broken and thrown away.

One must not go beyond the bounds. The most deserving of peace is the person who believes in all that God says and leaves the nature of those things to Him. (He does not go about trying to find out the why and how of those things). Look at the four things that are imperceptable (cannot be touched or seen with the physical eyes); they are: God, the angels, the souls and the Satan. How is it then that one should believe in God and the souls and disbelieve the angels and the satan. This disbelief gradually leads a person to reject the Resurrection of the dead and the revelation and God Himself; it happens quite often that a man is led to these rejections. Quite often a man wishes to do some good deed but his sentiments carry him far away from that stage and despite the fact that he is an intelligent person. he gets involved in sin and disobedience.

God has sent man in this great waiting House equipped with great talents; he should make use of his talents.(Malfoozat Vol. 2, p. 342)

What I mean to say is this: One should have the desire to get children on righteous principles. The idea should not be that one would like to leave a successor of sin behind him. God the Almighty knows it quite well that I never wished to have children, although I was granted children at the age of fifteen to sixteen years. Sultan Ahmad and Fazl Ahmad were born when I was fifteen or sixteen years old. I also never had the ambition that they should become great in the worldly sense of the word and that they should be having great official positions. The fact is that the children who live a life of sin and disobedience to God, better die as Sa'dee has said: unworthy children's death is better for the father.

There is another thing too. The people wish very much that they should get children and they do get children. But it has never been observed that they should try to bring them up nicely; they never try to see that they are obedient to God the Almighty; they do not pray for them. As for me, there is not a single Prayer of mine during which I do not pray for myself, for my friends for my children and my wife. There are a good number of parents who give their children bad habits. When at the initial stage of their life they start to learn evil things, the parents do not warn them. The result is that by and by they (the children) become bold and do not fear anyone: they become impudent. A story is told of a certain young boy. He was to be hanged for his criminal offences. When he was about to be hanged he expressed the desire to meet his mother. The mother was called to him. He told her to let him suck his tongue. The mother took the tongue out. The boy instead of sucking it, bit it hard. When he was asked as to why did he do it, he answered: It is my mother who has brought me to the stage of being hanged for, if she had checked me at the very early stage. I would not have been what I am today.(Malfoozat Vol. 2, P. 372-373)

During the morning walk, Maulvi Burhanud Din told Hazrat that Seth Ahamd—who was also present there—had a son but the son died, and Hazrat should now pray for him (to get more children). Hazrat said: I will pray for him. But it must be remembered that all these things depend on one's faith. The stronger the faith the more a man gets the Grace of God. What is it that God does not possess. If the faith is not strong enough one begins to entertain wrong ideas about God and then he turns to amulets and things of that sort. He inclines towards others than God. One should therefore have strong faith and be a good believer.

There are some principles for the pray I have mentioned it many a time that at tin God would like the man to accept His Will and at times He accepts the prayer of the believer and does what he likes Him to do. The fact is that since our knowledge is imperfect at times we ask for things which are not beneficial for us, rather they are harmful. God does accept our prayer but He grants the thing that is good for the person who prays to Him. It can be better understood by this example. A farmer asked the king to grant him a horse while the king who knows that the farmer really needs a bull, gives a bull to him. As a matter of fact it was the bull that could fulfil his need; good it is that he has been given a bull. You must have observed that even the

For example, the Holy Qur'an starts the Sura Fatiha with the words *Alhamdo lillahi Rabbil aalameen, Arrahmanir Raheem, Maliki yaumid-din.* The reason for so doing is that some nations did not believe in the Existence of God nor did they believe in His Attributes of Rab, Raheem, Rahman and Maliki yaumiddin. This mode of starting the Sura Fatiha was adopted to convince them of these Attributes and of the Existence of God the Almighty. You should understand it well that he who does not take into account the systematic use of the words and sentences of the Holy Qur'an cannot realise the value of the Holy Qur'an.

You will observe that the words *Khaliqul aalameen* have not been used here. The words used are *Rabbul aalameen.* This is to show that God the Almighty is the Rab (Sustainer) of all that exists, wherever it may be. There are some people who do not believe in God being the Rab–the Sustainer. They believe that whatever they get in this world–for example, the milk–they get it from the cow because they committed some sins and were born in the form of a cow. Had that not been the case, they would have never got the milk. Since *Khalq* refers to cutting things (to shape them) the words Rabbul aalameen have been used which is a much better word. Same is the case with Rahmaniyyat and Rahimiyyat–many people deny these attributes of God.

In short what the Holy Qur'an does is that it starts discussing things keeping in view the false beliefs of some false religions. Here in the verse under comments what is really required is that the false ideals of the people about Hazrat Sulaiman be refuted and he may be absolved of these impure allegations–that he was an idol worshipper. God the Almighty says that *wa ma kafara Sulaimano*; Sulaiman did not commit heresy.

(Malfoozat Vol. 2, pp. 126-127)

This world is like a Railway Train. All of us have been handed over our tickets of life. Whenever anyone approaches his station, he is made to get down, that is he dies. That being the case why does the man build castles in the air and why does he cherish hopes for lengthy projects. *(Malfoozat Vol. 2. p. 136)*

Addressing Dr. Mohammad Ismail Hazrat said: Doctor Sahib, We have friends of two kinds. One, with whom we are very frank; the other type is the one who feel shy of us and their feelings affect us as well and therefore we also are not frank with them. Those with whom we are very frank include yourself. I very much wish that the friends who are very frank with us should stay here, for, nobody knows when the death would approach. All of us are travelling by a very fast train of life and we have been given the tickets for different stations; somebody gets down at stage No. 10 while another on stage No. 20 or 30 and very few go upto stage No. 80. That being the case how unfortunate is the person who wastes the time that has been allotted to him (the span of life that has been given to him).

(Malfoozat Vol. 2. p. 144)

Taqwa (fear of God, righteousness) is not a small thing. All the Satans who overpower the inner powers of the man have to be combated. All these powers are the Satans while the low passions are overwhelming. If they are not reformed, they are bound to make the man their slave. Even the knowledge and the intellect if used in the wrong way become Satans for the man. It is the duty of the Muttaqi to make these powers, and others like them, moderate. The people who think that, revenge, anger or marriage are evil, oppose the law of nature and they combat the powers granted by God. The true religion is the one that upholds the powers of the man and trains them properly; it should not uproot them. Opposing manliness and anger that have been made part of human nature, is fighting against God the Almighty; that is, it is fighting against God that one should get away from the worldly affairs altogether and live a secluded life. These things tend to destroy the rights of humanity. Had this thing been good, it would mean that God the Almighty did not do the right thing by giving these powers to human beings.

(Malfoozat Vol. 1, p. 32)

what God has told you to do and instead fill your time with worldly affairs. Whoever does this, is bound to be deprived (of the blessings); he only proclaims that he is religious, whereas this claim of his is no more than lip service. You should spend your time with the spiritually living people so that you may witness the manifestations of God the Almighty.

(Malfoozat Vol. 2, P. 73)

Praying for others has another very great advantage and that is that one's life is prolonged. God the Almighty has promised in the Holy Qur'an that those who would do good to others and prove themselves to be useful for their fellow beings would be given long lives. Says He: *amma ma yanfaunnasa fa yamkoso fil arz*. All other acts of sympathy have a limited scope. That is why the good that continues to benefit others for a long time to come is no other than the prayer; the good of the prayer continues to benefit the person concerned for a long time. It is through prayer that we can be benefitted most.

It is very true that whosoever becomes a source of goodness to the people is given long life and whosoever does bad to the people is removed from the world quickly. It is said that Sher Singh used to roast the sparrows alive; he passed away within two years. It is, therefore, a must for the man to do good to the people; he should always be thinking over it and studying the situations.

(Malfoozat Vol. 2, pp. 74-75)

The first stage of righteousness (*Khair*) from where the man receives strength is 'morals'. There are two words; one is *khalq* and the other is *khulq*. *Khalq* refers to physical birth while *khulq* refers to spiritual (or, internal) creation. We find that some people are very beautiful looking while others are very ugly. Same is the case with the spiritual (or, internal) creation. Somebody may be very beautiful and charming while the other may be internally leprous and unpleasant to look at. Since the outward of a man is visible, one can easily recognise the beautiful and begins to like him (his beauty); he does not like that he should become ugly and of ill-construction. The other person sees him and likes him. As for the *khulq* it cannot be seen and therefore being unaware of it the other person does not show his liking for him. As for a sightless person, beauty and ugliness are alike. Likewise the person who cannot visualise the inner qualities of the people is like the sightless person.

Khalq is apparent but *khulq* has to be understood as a matter of principle. Only if a person knows what the immoralities are, and the curse that is attached to them, he can know the reality of the person.

In short, the moral beauty is the real beauty. There are very few who recognise it. The morals (aspects connected with *khulq*) are the key to the virtuous deeds. If a Garden has a padlock on its gate, the flowers and the fruits can be seen only from some distance, for, we cannot enter the Garden. But if the padlock is removed, one can enter the Garden and know the reality (of the flowers and the fruits) and that would give him the pleasure of their freshness. To have good morals is like unlocking the door of the Garden and entering into it.

(Malfoozat Vol. 2, pp. 76-77)

The best supplication is the one that includes all the good things and asks for the removal of all the evil effects. The prayer *an-amta alaihim* includes the Bounties conferred upon all the favoured persons startin from Hazrat Adam, peace be on him, upto the time of the Holy Prophet, Mohammad, sallallaho alaihi wa sallam. *Ghairil maghzoobi alaihim wa lazzaaleen* is a prayer for being secured against all the evil effects.

(Malfoozat Vol. 2, P. 124)

Commenting upon *ma kafara Sulaimano* Hazrat said: There are some evil-minded people who say that Hazrat Sulaiman, peace be on him, was an idol-worshipper. God the Almighty has refuted the charge levied by them. The fact is that the Holy Qur'an discusses the events and it is a compendium of all the truths that could be found all over the world. It is a pride of the Books. It is said: *feeha kotobun qayyima* and *yatloo alaihim sohofam motahhara*. That being the case, while commenting upon the Holy Qur'an one should not indulge in the stories from here and there; only the events that have taken place should be kept in view.

The words *Kitabun ohkimat ayaatohoo* also mean the same thing. They refer to the fact that the teachings of the Holy Qur'an have been supported by the law of nature in so clear a way that even the Christians and the polytheists have to admit that basically man will be questioned on the basis of Oneness of God.

The second thing that supports and strengthens the teachings of the Holy Qur'an is the Signs of God. Never a Prophet has appeared in the world without his being accompanied by the divine help. As for the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam, the help of God and the divine signs were most conspicuous and full of strength and grandeur. His movements and his words—all of them were the Signs of God. In short, the very person of the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam, was a Sign of God the Almighty.

The third thing in this connection is the character and conduct of the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam—and his truthfulness. Those who are wise enough, know it full well that his honesty and truthfulness in itself is a proof of the truth of what he presented to the world. Hazrat Abu Bakr Siddiq, may God be pleased with him, was convinced with this very aspect of the life of the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam.

The fourth thing is the greatly enhanced spiritual aspect of the life of the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam; this is what benefits the people. It is just like a physician; he might claim to be very good and he may have learnt the books of medicine well. But if the people do not get healed through him,they will proclaim that his treatment does not cure the sick persons. The more a Prophet influences the people spiritually, the more he will be considered to be of a higher rank. This is the support that the Holy Qur'an gets from the Holy Prophet and it is indeed a very great support.

(Malfoozat Vol. 2, pp. 58-60)

In truth the life of heavenly bliss starts from this very world and likewise the sightless life which is lived in separation from God the Almighty and His Messenger, is like the hellish life. The Paradise which one is going to get in the next world (after one's death), as a matter of fact, takes its origin from the paradise of this world. That is why when the inmates of the Paradise will enjoy the Bounties of the Paradise, they will say: *hazallazee roziqna min qabl* i.e. this is what we had been given before (in the worldly life). The Paradise that one gets in this world is the result of acting upon *qad aflaha man zakkaha* i.e. the one who purifies himself becomes the recipient of success. When the man begins to realise the significance of the spiritual rituals and attains to what they are meant for, then the Bounties of God the Almighty begin to be showered on him. Whatever he is going to get palpably after his passing away from this world, is given to him in this world spiritually. You should, therefore, remember that if the heavenly life does not start in this very world and one does not begin to enjoy the Bounties of it, one should not feel content and should not take himself to be a satisfied person.

He who does not attain to anything in this world but hopes to get everything in the next world, has an unjustified hope. The truth is that *man kana fee hazihee a'ma fa-howa fil akhirati a'ma.* That is what he really is. That is why unless you remove all the gravel and pebbles from the land of your heart and unless you make it clear and clean like a clean glass and powder it like *collyrium*, you should not be content with anything whatsoever.

(Malfoozat Vol. 2, p. 66)

God the Almighty has made it lawful that you should indulge in the worldly affairs; this also is a source of trials and it is this very trial that at times turns a man to be a thief, dacoit gambler cheat and a lot of other evil ways which he adopts. Everything has a limit. The worldly affairs should not be carried to the extent that they may become a hindrance in the way of the performance of the religious affairs. Whatever you do, it must help you achieve the pleasure of religious deeds. I do not forbid you to engage yourself in the worldly affairs nor do I say that you should get busy with them to such an extent that you should think of nothing else and you should abandon

the supplications that I offered yesterday—the day of Arafa—and on the night of Eid. The condition was that if I would deliver this Address successfully without any preparation, it would mean that all my prayers offered on this occasion have been accepted. All praise belongs to Allah; all those prayers have been accepted as it was promised by God the Almighty."

While Maulana Abdul Karim was translating the Khutba, Hazrat, with great feelings, fell down in prostration of gratitude and then got up and said: Just now I have seen the word Mubarak (Blessed) written in red ink. This is a sign of acceptance.

(Malfoozat, Vol. 2, pp. 29-31)

Since progress is a gradual process, the Companions of the Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam, too made progress (in the realm of spirituality) gradually. But as for the Prophets, the condition of their heart is such that they are made of sympathy (they are sympathy personified). Our Holy Prophet, sallallaho alaihi wa sallam, was a compendium of all the good qualities and excellences of prophethood. He had this sympathy in its most perfect form. He thought of the Companions and wished that they should achieve perfection -this required a gradual process. Ultimately the Companions did attain to such heights that had never been attained by anyone—and they witnessed what nobody had ever seen.

It all depends on striving. God says: *Wallazeena jaahadoo feena lanahdiyannahum sobolana* i.e. those who seek after Us, find that We open up all the avenues for them. Nothing can be achieved without striving hard. The people who say that Sayyed Abdul Qadir Jeelani turned a thief into a Qutab (very godly man) by just casting one glance on him are deluded; it is this kind of things that have caused devastation for the people. People think that just blowing by a Godly person can make one saintly. Those who show haste in the divine matters are ruined. Everything in the world makes progress gradually. The spiritual progress also follows the same course, and nothing can be achieved without striving hard. This act of striving hard should also be in perfect accordance with the commandments of God the Almighty. One must not chalk out programmes by himself while ignoring the teachings of the Holy Quran—this kind of things are done by Jogis. The task for which I have been sent to the world is that I should show to the people how they have to strive for the attainment of the communion of God, in the proper manner. The divine law is that neither all the people remain deprived nor all of them attain to this communion. (Malfoozat Vol. 2, p. 52)

God the Almighty has strengthened the teachings of the Holy Qur'an in various ways so that none may be able to entertain doubt about them. And it is for this purpose that at the very outset God has said: *la raiba feehi*. The strengthening of these teachings has been done in various ways. Firstly, this strengthening has been done through the law of nature. The law of nature supports them in totality. In other words, whatever is there in the Holy Qur'an is also to be met with in the Hidden Book (law of nature). Of course, this point cannot be easily understood without perfect obedience to the Prophets, peace be on all of them. That is why God says: *la yamassohoo illal mutahharoon*. In short, the teachings of the Holy Qur'an have, firstly, been strengthened with the law of nature. The Holy Qur'an says that God is One and has no partners. When we refelect over the law of nature, we are obliged to believe that God is really One the Creator and the Master; He has no partner. Man's conscience believes that God is One and the law of nature also tells us that God is One, for, everything in the world is circular. Look at the drop of water. Throw it down and it will adopt a circular form and it is the circular form that points to Oneness. That is why the Christian Missionaries have to admit that wherever the people are unaware of Trinity, they are bound to believe in the Oneness of God and that is what they will be questioned about on the Day of Judgement. Padre Pfinder has admitted this fact in his books. That shows that even if the Holy Qur'an had not been there in the world, God would have been worshipped as One God. That testifies the teachings of the Holy Qur'an, for, its teachings conform to the conscience and also to the law of nature. As opposed to this, Trinity is neither supported by the conscience nor it is supported by the law of nature.

In one of his speeches Hazrat said, inter alia: I should like to tell the members of my Jamaat and the whole audience that the British Government is our benefactor; it has done a lot of good. Those who are sixty or seventy years old know it quite well that the Sikh rule was a very difficult period. The calamities that befell the Muslims in those days are no secret to anyone. Think of them, and one begins to shudder. The Muslims were not allowed to carry on their religious rituals—and these rituals are dearer than life to all the Muslims. Nobody could call Azan in a loud voice—Azan is the preliminary of the Prayer. If ever any Muezzin said *Allaho Akbar* in a loud voice he was put to death. The religiously lawful and unlawful were also interfered with unduly. Once, five thousand Muslims were put to death as a consequence of a court case in respect of a cow. It so happened at Batala that a Sayyed who lived there returned from somewhere and when he was about to enter the house, he met a herd of cows. He had a sword in his hand and with this sword he touched one of the cows to send them away. That gave a little of injury to the ~w. The poor fellow was captured and it was ~ded that he should be put to death. It ~ through the intercession of a large ~ people that the cutting of his hand ~matter to a close.

~he present situation. Everybody is ~ut performing the rituals of his ~ly talk of the Muslims. The ~as granted them complete free- ~pon their religion as they would ~ now causes interference and ~life and property are safe. As for ~bled days however nice a person ~. he was always under the fear that his ~d property were not safe.

(Malfoozat Vol. 2, p. 15)

On the day of Arafaat (1900 c.e.) the Holy Founder of the Jamaat sent a note to Hazrat Maulvi Nurud Din Sahib to the effect: I should like to spend the whole of today and a part of the night in supplicating for myself and for my friends. All those who are present should send me their names with their full addresses so that I may keep them in mind while supplicating.

This instruction was complied with. A list of the friends present there was prepared and sent to Hazrat. After the list had been sent to Hazrat some more people came and expressed their anxiety to meet him and get themselves included in the list; so, they also started sending in their names with their addresses. Hazrat, on this, wrote back: No note should be sent to me any more. It disturbs very much.

Hazrat came for the Maghrib and Isha Prayers; both these prayers were offered together. Having finished the Prayers Hazrat remarked that since he had promised to God that he would spend this day and a part of the night in supplications, he would like to leave so that the promise does not go unfulfilled.

Hazrat said this and went in and got himself busy in supplications. The next morning Maulvi Abdul Karim approached him and requested him to address the people. Hazrat told him that "God the Almighty had already commanded him to do so." Then he said: "I received a revelation at night that I should address the people in Arabic language; I thought it would be some other gathering; may be I have been told to address this very gathering."

Hazrat addressed the gathering (Eidul Azhiya) in Arabic language. This Address proved to be a great sign vouchsafed by God the Almighty. It was later on published under the title *Khutba-i-Ilhamiyya*.

When Hazrat got up to address the audience, he called Maulvi Abdul Karim and Hazrat Maulvi Nurud Din and told them to come closer to him and to write down the Khutba. When the two of them got ready to write down the Khutba and Hazrat started with the words *Ya Ibaadallahi*, Hazrat again told them that they should write it down; he said if they missed anything, it will have gone i.e. it will not be possible to repeat it.

When the Address concluded, most of the people in the audience pressed for its translation for the benefit of all and sundry. Hazrat Maulvi Abdul Karim got up to translate the Address but before he could start, Hazrat said: "This Khutba has been conditioned with

quite some time. Maulvi Abdul Karim observed that Hazrat had to spend a lot of time for them and thus the times was wasted. Hazrat replied: This also is a religious duty. These people are poor and there is no Hospital nearby. It is for these people that I keep aleopathic and Yunani medicines with me; they have always proved very useful. It is a good deed which makes a man deserving of reward from God. A true Believer must not be unmindful of such things.

(Malfoozat Vol. 2, p. 1-3)

Once the need arose for putting up a few rooms for the guests. Hazrat told the workers not to spend much for the bricks and the stones; he said it was useless to do so. Spend only as much as is very necessary—what may suffice for the life of a few days (short period of time). When the carpenters were smoothening the wood, Hazrat remarked: There is no need to do that, and told them to stop it.

Hazrat said: It is all a formality and causes undue delay. Let the work be finished quickly. God the Almighty knows that I am not having any attachment with any of the houses. I take my houses to be as much for my friends as they are for me—as if we jointly share this property. I have a great desire that there should be a house surrounded by the houses of my friends; the house in the centre should be mine. A window from my house should open into all the houses so that I can maintain contact with all of them all the time.

Hazrat did not like formalities. Once he said:

As for me, the time I spend in going to the toilet is also as if it has been wasted and I feel sorry for it. I would very much wish that this time should be spent in doing some service to reigion. The time that is spent in doing something that is not religious—rather it is spent for doing something worldly—is very heavy on my heart. When something religious has to be done in urgency, I put off my meals and sleep till the work is accomplished. I am for the religion and I spend every moment of my life for religion. I do not like that there should be any sort of hindrance in the way of my religious activities.

(Malfoozat Vol. 2, pp. 5-6)

The people felt quite free to talk very frankly to Hazrat. Whoever the person might be he could converse with him. Talking about this aspect of his life, Hazrat once said: This is not my way of life that I should sit down with the people like a ferocious or a frightening person whom the people should fear as they fear a beast. I very much hate to pose like an idol; I have been sent to the world to refute idol-worship; I have not been sent to become an idol to get myself worshipped by the people. God the Almighty knows it that I do not give any preference to myself over others. I think there is no greater idol-worshipper and evil person than the one who displays pride. The Proud person does not worship any God whosoever; he worships himself.

Hazrat very much liked to live in seclusion. Once he said: If God the Almighty were to leave it to me to choose seclusion or public life, I swear by God the Almighty that I would choose seclusion. It is God Himself Who has brought me into the public; the pleasure that I cherish in privacy -seclusion- is so great that it is known only to God and to none else. I have lived a secluded life for twentyfive years and not for a moment it struck my mind that I should come out in the public; I have hated it from the core of my heart that I should mix with the people. It is due to the commandment of His Who is in a position to give command, that I have come out and I sit with the people or I go for a walk with them and I talk to them.

All this is in obedience to the commandment of God the Almighty.

(Malfoozat Vol. 2, pp. 6-7)

Seth Abdur Rahman of Madras had gone to Qadian. When he wanted to return, Hazrat told him to stay on; it was the month of Ramazan. Hazrat said to him: It is very essential for you to stay here during this blessed month. I am prepared to pray for you the kind of prayer which can even move the mountains with the command of God. Nowadays I do not sit much with friends; I stay alone. It is very good for the friends that I do so. When I am all alone I have enough of time to offer supplications; much of the night is also spent in supplicating to God the Almighty.

(Malfoozat Vol. 2, p. 8)

The Holy Founder of the Ahmadiyyya Movement SAID

We are sure you would like to know what kind of talks the Holy Founder of the Ahmadiyya Jamaat used to have when he would be in the company of the people whether after the prayers or on a morning walk, or when some body would join the Jamaat and take Baiat at his blessed hands.

All this kind of talks are known as Malfoozat in our literature and they have been preserved in book form under the very title of Malfoozat (Roohani Khazain No. 2. Malfoozat). The monthly Tahrik-i-Jadid has published extracts from these Malfoozat for the benefit of English speaking friends, and we are happy to note that friends have greatly appreciated this humble effort of ours.

Some friends have written to us that when they read these extracts or they hear them in the congregation, they very strongly feel that they are in the company of the Holy Founder of the Jamaat. What a blessed impact of the great talks.

(Editor)

MALFOOZAT

While talking about women the Holy Founder of the Ahmadiyya Jamaat, once said: With the exception of indecent behaviour, every thing that the women do should be tolerated—whatever faulty treatment or harsh words they might utter. To me it seems a matter of great shame that men should pickup quarrels with women. God has created us as men and that as a matter of fact is the indication of His perfect Bounty being granted to us. The way we can express our gratefulness for this kind gesture is that we should treat the women gently and be kind to them.

Once it was reported to him that a certain friend treated his wife harshly. On hearing this. the Holy Founder of the Jamaat remarked: Our friends must never do that.

Complaint was made to him about another friend who also talked to his wife harshly and dealt with her unkindly. Hazrat talked about this matter at some length and at the close of his talk, he said: Once it so happened that I talked to my wife a little harshly and I felt that my talk was the result of some kind of anger. Though I did not use any pinching words I continued asking for forgiveness from God the Almighty. I offered many Rakaat Nafl prayer and I also gave away some charity. I did all this because I felt that may be I had treated my wife like this. because of some hidden disobedience of mine to the commandments of God, which I could not perceive.

Once. Hazrat was suffering from severe headache and close to him were women and children who were a source of noise. Maulvi Abdul Karim asked him if he was troubled by this noise. Hazrat replied: Of course, if they remain silent, that will give some relief.

Maulvi Abdul Karim requested him to tell them to be silent. Hazrat replied: You should tell them gently; I cannot do that.

Once a maidservant pinched some rice and was caught. All the members of the household scolded her. While they were doing so. Hazrat also happened to pass that way. When he was told what had happened, Hazrat said: She is needy. Give her a little of it and do not scold her. You should follow the practice of God in covering up (the shortcomings of the people).

Once some women from the villages nearby came to Hazrat to get medicines for their sick people. Hazrat had to be busy with them for

AHMADIYYA SCHOOLS AND CLINICS

From 1960 to 1970 there were four clincis. Till 1982 there were twenty of them while now it is no less than 28. These clinics are to be found in Nigeria, Ghana, Sierra Leone, the Gambia, Ivory Coast, Liberia Tanzania, Uganda and Zaire.

As for the Higher Secondary Schools we have forty of them: Sierra Leone has 21; Ghana seven; Nigeria six, Gambia 3, while Liberia, Uganda and Zaire, one each.

All the big dignitaries of these countries have greatly by commended these health and educational institutions. The Ministers, the Prime Ministers and the Presidents–all of them –have at one time or the other lauded the services of the Ahmadiyya Community in these two fields.

The first school and the first clinic were opened in West Africa during the time Hazrat Mirza Bashir ud Din Mahmud Ahmad the second Manifestation of the Qudrat-i-Sania.

The first of the Ahmadiyya Missions abroad were those of the United Kingdom and Mauritius. Some Ahmadis from India had gone to East Africa in the very life time of the Holy Founder of the Community. Maulana Abdur Rahim Nayyar was sent to West Africa in 1921 while Maulana Sheikh Mubarak Ahmad went to East Africa in 1934. It was a little before that, that Maulana Abul-Ata went to the Arabian lands. The first Ahmadiyya Missionary to the Arabian lands was Maulana Jalal-ud-Din Shams. The first Missionary to UK was Ch. F.M Sayal while the first Missionary to Mauritius was Sufi Ghulam Mohammad.

Maulana Nazir Ahmad Ali passed away in Sierra Leon and is buried in that very land; Mirza Munawar Ahmad died in America and was buried there. Hafiz Obeidullah and Hafiz Jamal Ahmad died in Mauritius and were burried there. Maulana G.H. Ayaz died in Malaya and was buried there. All of them had gone to those countries to spread the message of Ahmadiyyat.

The late Hazrat Mirza Bashir Ahmad, while he was staying at Rattan Bagh Lahore, wrote to Maulvi Bashir Ahmad stationed at Delhi on the 24th of August 1948: Dear and respected Maulvi Sahib, Assalamo Alaikum wa Rahmatullahi wa Barakatohoo. I have received your letter dated 16-8-48 and along with it I have also received a copy of the telegram. The dream that you have had is, with the grace of God, a blessed one. One Bashir has seen the dream and in this dream he has seen another Bashir entering his house. So far as the house is concerned, there also it was the upper storey, and you also saw that one room of the upper storey had changed into two rooms. All what you have seen is blessed. There are glad tidings for the Jamaat and also the divine help. It also points to the expansion of the Community. May God let this dream come true. You are now a citizen of the Indian Union. According to Deen-i-Haq and the teachings of Ahmadiyyat, you have to be a very faithful and peaceful citizen of that country. I am quite sure that this is the path which you tread. You must convey the message of peace which the Deen-i-Haq promotes. This is some thing that no regulation or the law of any Government can stop a man from doing it. But you must always talk to the people with wisdom and give them good advice. The circumstances being quite abnormal, some people might be inclined to mis-interpret you. You should keep in touch with Qadian and write to Maulvi Abdur Rahman Fazil at his present address–Darul Masih, Qadian. Both of you are citizens of the same country. Please convey my greetings to all the friends over there and if it is possible for you, let me know the number of the Ahmadis living in Delhi at the moment. May God be the Protector and Helper of all of you. Wassalam. Mirza Bashir Ahmad. (The letter was originally written in Urdu)

Is it not a fact that God has sent down his revelation in order to pull out the human beings from darkness into light. If the Book of God cannot pull out human beings from all darknesses, do you think that it is the books of Aristotle and Plato that can do that. Do you think it is just a hollow claim on the part of God that it is only His Book that can take the people out of darkness and grant them salvation-

nity till 1965 when he passed away at Rabwah. He was a man of great achievements. He made great strides and took the community to a very high level of obedience and activity. He was a great writer and a great Speaker. He could speak for many hours and those who have seen him address the Annual Gatherings know it full well that his speech extended to many hours and used to be so co-herent that as he spoke so it became a well planned book. Quite a number of his books are originally speeches on various occasions. It was in his time that great expansion took place in the activities of the Jamaat. The scheme of Tahrik Jadid which he inaugurated in 1934 put the Community on the right lines of sacrifice. It also produced Murabbis for whole world and it was through them that network of Missions was spread all over the world. He got the Holy Quran translated in seven languages. The English version was greatly acclaimed by scholars all over the world. His Commentary in Urdu is a great achievement and will continue to be a guiding factor for the knowledge of the Holy Quran for centuries to come.

On the demise of Hazrat Mirza Bashirud Din Mahmud Ahmad it was his eldest son, Hazrat Hafiz Mirza Nasir Ahmad who was elected to be the Imam of the Community. He was very anxious to see a copy of the Holy Quran in every hand. He got it published in large numbers and spread it throughout the world, even by keeping its copies in the Hotels and the Naval ships. His Nusrat Jahan scheme gave clinics and schools to West Africa. The Fazl-i-Omar Foundation that he inaugurated helped the Community a great deal.

On the demise of Hazrat Mirza Nasir Ahmad, Hazrat Mirza Tahir Ahmad another son of Hazrat Mirza Bashirrud Din Mahmud Ahmad became elected Imam of the Ahmadiyya Community. It will not be out of place to say that though the electon of the Imam (the Successor) is done by human beings, it is actually the will of God that is expressed on such occasions and that is why we say that the Imam is appointed by God to whom he is directly answerable.

Since Hazrat Mirza Tahir Ahmad has become the Imam of the Community there are quite a number of important projects that have been launched with great success. One of the very important projects of his is the building of a hundred houses for the poor and the needy. This project was inaugurated by him in thankfulness to God who had enable him to open a Baitul Hamd in Spain. He has been in United Kingdom since 1984 and all this time has seen great progress with un-imaginable speed. More of Baituz Zikr and Mission Houses (and more spacious too) with a lot of literature published at the most modern Printing Press of the Community itself. He has given impetus to all the activities of the Community.

The first part of the English translation of the Holy Quran was published in 1917. Since then the Holy Quran has been translated in various languages and it is the determined view of the present Head of the Community-Hazrat Mirza Tahir Ahmad - that no less than 100 translations of the Holy Quran should be presented to the world.

The Community now exists in more than 117 countreis, where the Pakistani as well as local Murabbis are stationed to further the cause of Ahmadiyyat. Quite a number of these countries has spacious Mission House attached to Baituz Zikr.

The Cassettes of Hazrat Mirza Tahir Ahmad are sent to all these Missions for the advantage of the members of the Community as well as others who may like to listen to him. The Ahmadiyyat has penetrated into the Arab lands as well. Quite a few Arabs have joined the Community and they are working very vigoriously for its onward march.

The Community publishes the Daily Al-Fazl (Urdu); the Review of Religions; the Ansarullah; the Khalid, the Misbah, the Tashheez, the Tahrik-i-Jadid; the Truth; the Guidance; the Al-Bushra; the Alasr, the Taqwa (in Arabic) and many other periodicals and bulletine which keep the Jamaat fully informed of day to day happenings and also improve their knowledge through very scholarly articles.

THE BEGINNINGS

OF THE AHAMDIYYA MOVEMENT

The Ahmadiyya Community was founded under the command of God by Hazrat Mirza Ghulam Ahmad in 1889. The First Baiats were accepted by him at Ludhiana. It is said that on the first day of the inauguration of the Community there were forty persons who became the recipients of this blessings: first of them being Hazrat Maulvi Nurud Din who on the demise of the Holy Founder in 1908 became his first successor.

The Holy Founder of the Community claimed to have been commissioned by God to reform the world. He wrote almost eighty books in which he explained at some length the claims that he made and the way the people of different walks of life accepted him or gave him bitter opposition.

Before writing his first book he had been contributing articles in support of Islam in various newspapers and as the history records these articles were very much liked by the people. The first book that he wrote was Brahin-i-Ahmadiyya—the first four volumes of this book were published within four years but the fifth volume of this book was published some time before his passing away from this world. The first four volumes which contained the proofs of the truth and superiority of his religion greatly hailed by those interested in religion.

Though the opposition was great, the people who awaited the person with the claim that he put forward rushed forward to beleive in him and it is said that at times there used to be no less than five thousand who sent their letters of Baiat in one day. That is why very soon he was able to tell the world that four hundred persons had accepted him and many of them were very highly educated people.

In addition to the books that he wrote he also got magazines to be published from Oadian. The Review of Religions was published in English with a version of Urdu as well. That is two separate magazines named Review of Religions (one in Urdu and the other in English). The Urdu Al-Hakam and Badr also started publication in his own life time. The magazines and the newspapers helped a great deal in dissemination of his claims and day to day activities. They published his articles as well as discourses that he would have with the members of the Community as well as will those who came from elsewhere to have a talk with him.

CONTINUITY OF HIS MISSION

When the Holy Founder of the Ahmadiyya Community passed away in 1908 (at the age of 76) he was succeeded by Hazrat Maulvi Nurud Din who was the most prominent follower of his and the most learned as well. He was well known for his knowledge of the Holy Quran which he loved more than anything else in the whole world. He was very keen to see that everybody could add to his knowledg of the Holy Quran to get the true guidan from there.

Before coming to Qadian to stay with his Master, he was the Royal Physician in Kashmir. For his studies he had been to different countries of learning; he stayed at Mecca for a number of years.

When he was told by the Holy Founder of the Ahmadiyya Community to stay at Qadian permanently, he decided not to go back to his home town—Bhera, and really never went back. He left everything behind and stayed at Qadian till he passed away in 1914.

On the demise of Hazrat Maulvi Nurud Din, Hazrat Mirza Bashirud Din Mahmud Ahmad—a son of the Holy Founder - succeeded him. This succession like the previous one was decided through election by the members of the Community who could present themselves on this occasion. Hazrat Mirza Bashirud Din Mahmud Ahmad was the Imam of the Commu-

God the Almighty has used this word for Himself and to tell the truth there is none other to whom this word can be fully and truly applied. That is why it has been stated repeatedly that this fact of self-sufficiency cannot be attained to without one getting closer to God. Huzur said: The other aspect of this self-sufficiency is that one may possess every thing and yet he may not feel that he requires them. That is why he who is not closer to God and who does not feel that God is with him can never take himself to be self-sufficient. It is not just throwing the things away by condemning them, for, that is a show of immorality. The Holy Prophet, *sallallaho alaihi was sallam*, has described it through this parable: the pleasure that a traveller in the desert who loses his mount and then gets it, much greater pleasure than that is felt by God by one of His sinner servants repenting and coming back. That actually shows how great is the love of God for His servant. And that despite the fact that if the servant goes away and does not come back God the Almighty does not lose anything at all.

It should be remembered that running towards God does not mean that one should abandon the evil ways immediately, for, it always takes long time to do so. And he has to struggle for it. It is this very struggle and the achievement that brings about the distinction and the difference between the various people. Here, Huzur cited the example of Hazrat Moses peace be on him and Holy Prophet, *sallallaho alaihi wa sallam*. Huzur said: a man begins to move towards God and from then onward he begins to realise the nooks and corners in his life where he does not find the presence of God. Then he tries to fill those vacuums.

Talking about verse 17 of Suratus Sijdah Huzur said that calling upon God and seeking after His help is running towards God. And this state of mind takes a man closer to Him. He gets farther away from others than God so much so that he ultimately gets himself cut off from them. The Holy Prophet *sallallaho alaihi wa sallan*. he said, traversed this journey more than everybody else in the world. His closeness to God made him closer to the human beings as well. *Tabattul* actually means that despite the fact that one may think about things and even possess them but his thoughts and his fact of possession must be so nominal that it may not affect his spiritual life adversely. Huzur also mentioned that during the last sickness the Holy Prophet *sallallaho alaihi was sallam* was given the choice of staying in the world or going to God. Huzur chose to meet His God. On the other hand the worldly people do not like to cut themselves off from this world. The state of mind which is known as *tabatuul* helps a man to ignore a lot of things and does not take away his pleasures. It can be said that the Holy Prophet *sallallaho alaihi was sallam* had so much and so greatly this state of *tabattul* that he was all alone in this world and despite the fact that he was with the people he was so close to God that he did not mind the loss of the people. In the end Huzur said. The Ahmadiyya Community should try to travel towards this destination step by step. Unless the Jamaat does that as I have told them to do they will not be able to understand how great this task is – to know better about sins, to realise the dangers that lie ahead, to create a sort of hatred for the sins, and to run towards God the Almighty. He who just makes the start can also be said to be a successful person. The only thing that can help in this struggle is prayer to God. He alone can put the man on the right track and then enable him to move forward successfully.

Let all of us pray to God that He may make all these things easy for us.

God the Almighty loves the Muttaqi (righteous, the one who fears God). You should think of the grandeur of God the Almighty and fear Him and you should keep it in mind that all the human beings are His creatures; you should not be unjust to anyone nor should you be hard upon anyone; you should not look down upon anyone. If there is one bad man in the Jamaat he gives a bad name to the whole Jamaat. If you are a harsh tempered person, you should think over it and try to find out the source of it. It is a very delicate matter.

(Malfoozat Vol 1, p. 9)

MONTHLY
Tahrik-i-Jadid
VOL. XXV - No 3 RABWAH March. April 1989.
Editor, Naseem Saifi

KHUTBAS

Members of Jamaat should look into themselves

Prayers are most vital for self-reformation

Contentment leads to self-sufficiency

In his Friday Sermon delivered on January 13, 1989 Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Imam of the Ahmadiyya Jamaat, remarked that in his last Friday Sermon he had dilated on the subject of *Farar ilallah* and he had explained at some length that running towards God actually meant that one should abandon evil ways and adopt good qualities and that he should leave aside or get rid of the ways of others and dye himself in the colour of God. There is no otehr interpretation that can be given to the running of man towards God.

Huzur said: I had cited an example and that was of leaving greed for contentment and I called it *farar ilallah* i.e. running towards God and there are quite a number of other qualities that can also be mentioned in this respect. One of them is Self-Sufficiency (Ghina) and cutting oneself off from everything else in order to come closer to God. Today I would like to throw some more light on coming closer to God. Huzur said: The sense of Self-sufficiency is an advanced stage of contentment. That self-sufficiency can come into existence through one's relationship with God does not mean, in any way, that one does not like or love the worldly things; what it actually means is that one does not feel the absence of these things. Self-sufficiency actually helps you not to fall down. It grants you that kind of understanding which differentiates between you and the other person who is sleeping. That is why self-sufficiency is produced after contentment. He who is not content knows nothing about self-sufficiency. If one gets God realisation through contentment he definitely goes into the state of true self-sufficiency.

Real Appetizer!
Delicious & Spicy
TOMATO KETCHUP
NEW
DELICIOUS! SPICY! APPETIZING!
Shezan
TOMATO KETCHUP
Shezan
Tomato Ketchup
We don't add water
we add more tomatoes
The largest processors of fresh fruit products in Pakistan — Shezan
Shezan International [redacted] Ltd, Bund Road, Lahore

MONTHLY
Regd. No. L. 7676
Tahrik-i-Jadid
RABWAH
MARCH APRIL 1989
Editor, Naseem Saifi

Advice

I should like to strengthen the faith of the people in God to such an extent that whoever has that kind of faith should become secure against the poison of sin and his ways of life and his inclinations may change. He may cause a death to himself and be given a new life. Instead of his being enchanted by the sin, he may begin to hate it. Whoever changes his life to this pattern can say that he has recognised God the Almighty. God knows that the condition of the world is such that the people do not have God-comprehension. No religion in the world is in a position to take man to the door-step of God and none can change his ways of life. I am not talking of any particular religion; it is a common malady which has afflicted the world at large. This disease is spreading like an epidemic. I tell you the truth that faith in God the Almighty turns a man into something like an angel, rather, he deserves that the angels should prostrate before him; he becomes personified light.